ابنِ صفی

جلد نمبر
13

جاسوسی دنیا

39- اندھیرے کا شہنشاہ

40- پُراسرار وصیت

41- موت کی چٹان

جاسوسی دنیا نمبر 40

پُراسرار وصیت

(مکمل ناول)

جونکوں کا سرپرست

''شام خوشگوار ہے اور پورچ کی محرابوں میں جھولتی ہوئی بیلیں......!''

سرجنٹ حمید اس کے آگے نہ سوچ سکا۔ وہ پورچ کی محرابوں میں جھولتی ہوئی بیلوں کے سلسلے میں کسی نادر تشبیہ کے لئے دیر سے سر مار رہا تھا۔ جب کوئی کام نہ ہو تو مینڈک کا ذہن بھی شاعری کرنے لگتا ہے۔ پھر حمید تو کافی ذہین تھا اور عرصے سے اُسے کوئی خوبصورت لڑکی نظر نہیں آئی تھی۔ حسن پرستوں کی عام نفسیات یہ ہے کہ وہ کالی کلوٹی لڑکیوں سے شروعات کرتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ مشکل پسند ہوتے جاتے ہیں۔ یعنی پھر مشکل ہی سے کوئی چہرہ ان کے معیار پر پورا اترتا ہے...... اور پھر ایک خطرناک دور کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ دریچوں میں جھولتی ہوئی بیلوں میں حسن تلاش کرنے لگتے ہیں پھر کتوں کی طرح بھونکنے میں ایک ہی آدھ ڈگری کا فرق رہ جاتا ہے۔

سرجنٹ حمید نے بڑی اداسی سے جھولتی ہوئی بیلوں پر الوداعی نظر ڈالی اور ایک طویل انگڑائی لے کر کھڑا ہو گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت اسے کہاں جانا چاہئے۔ فریدی بھی گھر پر موجود نہیں تھا۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا تھا پھر گیراج کی طرف بڑھا۔

دفعتاً ایک چھوٹی سی ٹوسیٹر کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور اسٹیئرنگ کے پیچھے بیٹھی ہوئی لڑکی پر نظر پڑتے ہی حمید کی عاقبت روشن ہوگئی۔لڑکی بڑی خوبصورت اور اسمارٹ معلوم ہوتی تھی۔کار روک کر وہ نیچے اتری۔وہ سفید سلک کی قمیض اور ہلکے سبز رنگ کی پتلون میں ملبوس تھی۔سنہرے رنگ اور گھونگھریالے بال پشت پر لہریں لے رہے تھے۔کانوں میں پڑے ہوئے سونے کے رنگ گالوں کے سلگتے ہوئے ابھاروں کو ہولے ہولے چھو رہے تھے۔حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔لڑکی تیزی سے اس کی طرف آئی۔

''انسپکٹر فریدی......!'' وہ حمید کو نیچے سے اوپر تک گھورتی ہوئی بولی۔

حمید نے بوکھلاہٹ میں سر ہلا دیا۔

''میں آپ سے صاف صاف گفتگو کرنے آئی ہوں......سمجھے۔'' اُس نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیجئے......!'' حمید نے بڑی سادگی سے کہا۔

''میں......لیکن نہیں۔'' وہ اس طرح بولی جیسے بلند آواز میں سوچ رہی ہو۔پھر اس نے بڑی بڑی پلکیں اوپر اٹھائیں اب اس کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔اس نے پھر سر جھکالیا اور سینڈل کی نوک سے زمین کریدنے لگی۔

''نہیں......میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔'' وہ یک بیک اپنی کار کی طرف مڑی۔

حمید متحیرانہ انداز میں گردن جھٹک کر اسے گھورنے لگا۔وہ کار کے قریب پہنچ کر پھر پلٹی۔ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ایک پیر اندر تھا اور دوسرا باہر......

''یہ سازش ہے۔کھلی ہوئی سازش......!'' وہ حمید کو گھونسہ دکھا کر بولی اور سیٹ پر دھم سے بیٹھ کر دروازہ اتنے زور سے بند کیا کہ ساری کمپاؤنڈ میں اس کی آواز پھیل گئی۔پھر وہ کار اسٹارٹ کرنے ہی جارہی تھی کہ حمید اس کی طرف لپکا۔

''سنئے تو سہی......بات کیا ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ چیخ کر بولی۔''مجھے ذرہ برابر پرواہ نہ کرنی چاہئے لیکن تمہیں زندگی بھر سکون نہیں نصیب ہوگا۔''

اس نے کار اسٹارٹ کی...... اور حمید کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ جب کار پھاٹک سے نکل گئی تو وہ چونکا۔ دوسرے لمحے میں وہ تیزی سے گیراج کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس نے کار نکالی...... لیکن وہ سرخ رنگ کی ٹوسیٹر سڑک پر نظر نہیں آئی۔ مختلف سڑکوں پر بڑی دیر تک اسے تلاش کرتا رہا۔ وہ چاہتا تو چوراہوں کے ٹریفک کانسٹیبلوں سے اس کے متعلق پوچھ سکتا تھا مگر چونکہ اسے ایک لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی اس لئے حمید نے مناسب نہ سمجھا۔

وہ عجیب قسم کی الجھن محسوس کر رہا تھا۔ آخر وہ کون تھی؟ اُس نے گفتگو اس انداز میں کی تھی جیسے فریدی سے اس کا براہِ راست کوئی تعلق ہو لیکن وہ فریدی کو پہچانتی بھی نہ تھی۔

وہ کافی دیر تک خیالات میں الجھا ہوا ایک سڑک سے دوسری سڑک پر کار دوڑاتا رہا۔ لڑکی بڑی خوبصورت تھی اور اس میں وہ بات ضرور تھی جس سے حمید کے ذہن کے کسی گوشے میں ایک عجیب سا احساس کلبلانے لگتا تھا۔ وہ خود بھی آج تک اس کیفیت کو کوئی نام نہ دے سکا تھا۔ بس تھی کوئی چیز جس کا تجزیہ عام نہیں تھا۔ شاذ و نادر ہی کوئی لڑکی ذہن کے اس ڈھکے چھپے گوشے میں ہلچل مچانے میں کامیاب ہوتی تھی۔ کچھ دیر بعد اس کے ذہن پر ایک عجیب سی اداسی مسلط ہو گئی۔ اداسی جس میں اکتاہٹ کی بجائے ایک ہلکی سی لذت تھی۔

وہ گھر واپس آ گیا۔

اندھیرا پھیل گیا تھا۔ کار گیراج میں کھڑی کر کے حمید بڑی دیر تک لان پر کھڑا رہا۔ رات کی رانی کی مہک ملگجے اندھیرے سے ہم آہنگ ہو کر اسے اپنی روح کی گہرائیوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور آہستہ آہستہ برآمدے سے کی طرف بڑھا۔

فریدی کی آواز ڈرائنگ روم میں سنائی دی۔ وہ تنہا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

حمید نے ڈرائینگ روم کا رخ کیا۔ اس کے داخل ہوتے ہی دوسرا آدمی خاموش ہو گیا۔

''کوئی بات نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''یہ میرے ساتھی ہیں۔''

اور پھر اس نے سر کی جنبش سے حمید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کچھ لمحے خاموشی سے گذرے۔ اس کے بعد فریدی نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے بھاری بھرکم آدمی سے کہا۔

''اگر یہ مذاق نہیں تو مجھے ان کے صحیح الدماغ ہونے میں شبہ ہے۔''

''پہلے مجھے بھی شبہ ہوا تھا۔'' اجنبی نے کہا۔ ''لیکن...... میں ان کے صحیح الدماغ ہونے کی سند بھی پیش کرسکتا ہوں...... اور یہ عجیب بات ہے۔ خود انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس سلسلے میں اپنا اطمینان کرلوں۔''

اس نے چمڑے کے بیگ سے ایک بڑا سا لفافہ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

فریدی نے لفافے سے ایک کاغذ نکالا اور تھوڑی دیر تک اس پر نظریں جمائے رہنے کے بعد بولا۔

''اسے میں غلط نہیں کہہ سکتا۔'' اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

''لیکن...... ٹھہریئے۔''

''میں خود بھی الجھن میں ہوں۔'' اجنبی نے کہا۔ ''ان کے اعزہ......!''

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں وہی پرانی پراسرار چمک تھی جو اکثر کشت و خون کی پیش خیمہ بن جایا کرتی تھی۔

''کیس دلچسپ ہے۔'' فریدی نے اجنبی کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی کہا۔

''اچھا میں دیکھوں گا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔'' اجنبی بولا۔

''آپ میرے پیشے سے واقف نہیں۔'' فریدی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''کیا آپ کو یہ سب کچھ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا۔ میڈیکل بورڈ کی رپورٹ میرے سامنے ہے اور میں ایسے لوگوں کے نام دیکھ رہا ہوں جو غیر ذمہ دار نہیں ہوسکتے۔''

''بہر حال......!'' اجنبی ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ''مجھے مشورہ دیجئے کہ میں کیا کروں...... یہ سب کتنا مضحکہ خیز ہے۔ میں نے ان کی موجودگی ہی میں ہر پہلو پر غور کرنے کی

کوشش کی تھی اور میں نے کئی بار چاہا تھا کہ آپ سے اس سلسلے میں ملوں......لیکن......وہ پابندی......جو مجھ پر عائد کی گئی ہے مجھے روکتی رہی۔‘‘

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔’’اچھا جناب...... میں تیار ہوں لیکن آپ اس کے متعلق کسی سے گفتگو نہیں کریں گے۔خصوصاً اخباری رپورٹروں سے۔‘‘

’’میں خیال رکھوں گا۔‘‘ اجنبی نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔’’اچھا اب اجازت دیجئے۔‘‘

وہ فریدی اور حمید سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

حمید فریدی کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا کیونکہ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

’’کوئی نئی مصیبت......!‘‘ حمید نے پوچھا۔

’’ایک دلچسپ کیس حمید صاحب۔‘‘ فریدی سگار کیس سے سگار نکالتے ہوئے بولا۔

حمید کی سانس رک گئی۔موسم بہار میں کسی کیس کی اطلاع اس کے لئے ایسی ہی تھی جیسے کسی شاعر کے ہاتھ میں ارتھمیٹک کا پرچہ پکڑا دیا جائے۔

’’مرنے سے پہلے تم کس قسم کی وصیت کرنا پسند کرو گے۔‘‘ فریدی نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

’’کیا یہ کوئی ایسا ہی کیس ہے۔‘‘ حمید نے بھی سنجیدگی ہی اختیار کر لی۔

’’کیا تم یہ وصیت کرو گے کہ تمہاری دولت چند جونکوں پر صرف کر دی جائے۔‘‘

’’مذاق کچھ جچا نہیں۔‘‘ حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔’’بلکہ یہ مذاق ہی نہیں۔‘‘

’’مذاق نہیں! میں سنجیدگی سے گفتگو کر رہا ہوں۔‘‘ فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔’’شہر کے ایک متمول آدمی نے یہ وصیت کی ہے کہ اس کی دولت چند جونکوں پر صرف کی جائے۔‘‘

’’اوہ......!‘‘ حمید فریدی کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔’’تو یہ ابھی اسی وصیت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔‘‘

’’ہاں......کیا تم اسے نہیں جانتے۔‘‘

''نہیں......لیکن کچھ کچھ یاد پڑتا ہے کہ اُسے کہیں دیکھا ضرور ہے۔''

''اوہو......تم اسے نہیں جانتے۔ یہاں کا مشہور وکیل جعفری ہے اور وصیت کرنے والے کا قانونی مشیر بھی۔''

''لیکن وصیت کس نے کی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کس احمق نے۔''

''سر مخدوم سے واقف ہو۔'' فریدی نے پوچھا۔

''سر مخدوم......اوہ......وہی تو نہیں جو چند روز پہلے جل کر مرا تھا۔''

''ٹھیک سمجھے......وہی......!'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''تب تو معاملہ صاف ہے۔ اس نے خود ہی اپنے مکان میں آگ لگائی ہوگی۔''

''کیوں......؟''

''کیوں کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔'' حمید نے کہا۔ ''اس قسم کی وصیت کی موجودگی میں یہ مسئلہ بالکل ہی صاف ہو جاتا ہے۔ ایک بچہ بھی یہی کہے گا کہ اس کا دماغ خراب تھا۔''

''بچہ سو فیصدی یہی کہہ رہا ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''لیکن فرزند ابھی میں شہر کے سربرآوردہ ڈاکٹروں کا سرٹیفکیٹ دیکھ رہا تھا جس میں سب نے بیک قلم یہ رائے ظاہر کی ہے کہ سر مخدوم قطعی صحیح الدماغ ہیں۔''

''ڈاکٹروں کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اوہ تم تو اب واقعی بچوں ہی کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔'' فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ''اگر تمہارے پاس کوئی آدمی اس قسم کی وصیت محفوظ کرانے کے لئے آئے تو کیا تم اسے صحیح الدماغ سمجھو گے۔''

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک یہی واقعہ جعفری کے ساتھ پیش آیا۔ جب سر مخدوم نے اس سے اس قسم کی وصیت کا تذکرہ کیا تو اسے اس کی ذہنی حالت مشتبہ معلوم ہوئی لیکن خود سر مخدوم ہی نے یہ دشواری بھی رفع کر دی۔ قبل اسکے کہ جعفری کچھ کہتا سر مخدوم نے اپنے ڈاکٹری معائنے کی تجویز

پیش کردی۔ تا کہ بعد کو اسکی ذہنی حالت پر شبہ کر کے وصیت غیر قانونی نہ قرار دے دی جائے۔"

"تب تو میں اسے پاگل نہیں کہتا...... کیا اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔"

"کیوں نہیں...... پورا خاندان تھا...... جو اسی کے ٹکڑوں پر اب بھی پل رہا ہے۔ ہاں البتہ اولاد نہیں تھی...... بھائی بھتیجے کئی عدد ہیں۔"

"واقعی کیس دلچسپ ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"پورے واقعات سننے کے بعد تمہاری دلچسپی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"غالباً پورے واقعات آپ اسی ہفتے کے اندر ہی اندر سنا دیں گے۔"

"ابھی......!" فریدی کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ "اور اسی وقت! سر مخدوم وصیت نامہ مرتب کرنے کے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد جل کر مر گئے۔ اُن کی ہدایت تھی کہ اس وصیت کے متعلق ان کی موت کے بعد ہی کچھ بتایا جائے۔"

"ہمپ......!" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "معاملہ پیچیدہ ہے۔"

"اب اس لطیفے کا دوسرا ٹکڑا سنو...... وصیت کے مطابق جونکوں کی خبر گیری کے لئے بھی ایک آدمی ہونا چاہئے۔ یعنی ان جونکوں کا سرپرست۔ یا دوسرے لفظوں میں ایک ایسا آدمی جو حقیقتاً سر مخدوم کی دولت کا مالک ہو۔"

"قطعی......!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "آپ بیان جاری رکھئے۔ مجھے کافی مزہ آ رہا ہے۔"

"ابھی اور آئے گا۔" فریدی ہنس پڑا۔

"مگر یہ تو کوئی لطیفہ نہ ہوا۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"اور ان جونکوں کا سرپرست کسے بنایا گیا؟" فریدی حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا تم سننا پسند کرو گے۔"

"سنائیے صاحب۔" حمید نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"تو سنو! اُن جونکوں کا سرپرست...... یہ ناچیز...... یعنی احمد کمال فریدی ہے۔"

''کیا......؟'' حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''ہاں...... یہ وصیت نامہ کے الفاظ ہیں۔ پندرہ جونکیں پالی جائیں اور دولت کا حبہ حبہ اُن پر صرف کر دیا جائے۔ جائیداد کا منتظم احمد کمال فریدی...... انسپکٹر آف سنٹرل سی آئی ڈی ہوگا اور وہ انتظامی اُمور کے سلسلے میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوگا۔ یعنی مختار کل سیاہ کرے یا سفید۔''

''کیا سر مخدوم آپ کے کوئی عزیز تھے۔'' حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

''قطعی نہیں...... شاید ایک یا دو بار ملاقات ہوئی تھی۔ وہ محض رسمی طور پر۔''

''ابھی آپ نے سر مخدوم کے دوسرے اعزہ کا تذکرہ کیا تھا۔''

''ہاں وہ کئی ہیں اور ان کے متعلق بھی وصیت میں کچھ کہا گیا ہے۔ لیکن وہ صرف میری مرضی پر منحصر ہے اگر میں چاہوں گا تو انہیں وہ رقم جو سر مخدوم کی زندگی میں ملتی تھی ملتی رہے گی ورنہ نہیں۔''

''ذرا ٹھہریئے......!'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''ان لوگوں میں کوئی لڑکی بھی ہے۔''

''ہاں شاید تین لڑکیاں۔'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تب وہ انہیں میں سے ایک رہی ہوگی۔'' حمید بڑبڑایا۔

''کون......!''

حمید نے فریدی کو اس لڑکی کے متعلق بتایا جو سرخ رنگ کی ٹوسیٹر پر آئی تھی۔

''ہوں......!'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''ہوسکتا ہے کہ وہ انہیں میں سے ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں۔''

''لیکن آخر یہ ہوا کس طرح۔ اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔''

''مطلب...... صاف ظاہر ہے کہ کوئی غیر معمولی حادثہ...... سر مخدوم کی موت اتفاقیہ نہیں ہوسکتی۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔'' حمید نے کہا۔ ''شاید ہمارا محکمہ بھی اس بات پر متفق ہے کہ وہ اتفاقیہ ہی حادثہ تھا۔''

''اس وصیت سے دو چار ہونے سے قبل میرا بھی یہی خیال تھا مگر اب تم خود سوچو۔''

''میں سوچ رہا ہوں۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''مگر اس میں ایک دشواری ہے۔ اس قسم کی وصیت مرتب کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ سر مخدوم کو خدشہ تھا کہ اس طرح کا کوئی حادثہ ضرور پیش آئے گا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو''

''لیکن پھر......! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سر مخدوم نے پولیس کی مدد حاصل کرنے کی بجائے وصیت کیوں مرتب کی۔''

''کیا میرا تعلق پولیس سے نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''بہت خوب! اب وہ مرجانے کے بعد آپ سے مدد لے رہا ہے۔ مگر نہیں...... ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا دماغ بالکل ہی خراب ہوگیا ہو۔''

فریدی ہنسنے لگا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ''وصیت کی رو سے مجھے اب سر مخدوم کی کوٹھی میں ہی قیام کرنا پڑے گا۔ جائیداد کے منتظم کے لئے ضروری ہے۔''

وہ لوگ

سر مخدوم کی کوٹھی شہر کے ایک ایسے حصے میں واقع تھی جہاں گھنی آبادی نہیں تھی۔

قریب و جوار میں صرف چند کوٹھیاں اور تھیں اس کے باوجود بھی اس حصے کا شمار شہری ہی آبادی میں ہوتا تھا اور میونسپل کارپوریشن کے اجلاسوں میں خاص طور سے اس کا نام لیا جاتا تھا۔ صرف پانچ یا چھ کوٹھیوں کے لئے میونسپل کارپوریشن کے کلرکوں کو کافی مغز ماری کرنی پڑتی تھی۔ سر مخدوم کی کوٹھی ان میں سب سے زیادہ شاندار تھی اور اس کے گرد تقریباً چار فرلانگ لمبی چوڑی چہار دیواری تھی جس میں پائیں باغ اور عقبی پارک سبھی کچھ تھے۔ شمالی مغربی گوشے میں گیراج تھا جس میں کئی کاریں کھڑی رہتی تھیں۔ ایک اصطبل بھی تھا جس میں ریس کے گھوڑے

رکھے جاتے تھے۔اصطبل سے ہی متصل نوکروں کی رہائش کے کوارٹر تھے۔جنوبی مشرقی کونے پر وہ چھوٹی سی عمارت تھی جو کبھی آؤٹ ہاؤز کے نام سے یاد کی جاتی رہی ہوگی۔مگر اب تو وہ جلی ہوئی سیاہ اینٹوں اور آدھ جلے دروازوں کا ڈھیر تھا۔سرمخدوم اسی عمارت میں جل کر مرے تھے۔ وہ وہاں تنہا ہی تھے۔آگ لگی۔لیکن انہیں باہر نکلنے کا موقع نہ مل سکا۔اس سلسلے میں کئی طرح کی روایتیں مشہور تھیں۔لیکن اخبارات میں صرف اتنا ہی آیا تھا۔

سرمخدوم عادات و اطوار سے عجیب تھے۔اس لئے ان کے اس طرح جل مرنے پر کم از کم ان کے حلقے کے لوگوں کی طرف سے اظہار حیرت نہیں کیا گیا۔وہ بہت زیادہ موڈی آدمی تھے..... اور کسی حد تک جذباتی بھی۔ان کے شناساؤں کا عام طور پر یہ خیال تھا کہ شاید انہوں نے آؤٹ ہاؤز میں آتش بازی سے شوق کیا ہو اور اس طرح آگ لگ گئی ہو۔سرمخدوم کو آتش بازی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔شب برات کے زمانے میں وہ اپنے ہاتھوں سے مختلف قسم کی آتش بازیاں بناتے تھے۔بات یہ تھی کہ سرمخدوم خاندانی رئیس نہ تھے۔انہوں نے خود اپنے قوت بازو سے یہ پوزیشن حاصل کی تھی۔کسی زمانے میں وہ عام آدمیوں کی طرح سڑک کے کنارے کھڑے ہوکر مسالے کی چاٹ بھی کھایا کرتے تھے لہٰذا دولت مند اور خطاب یافتہ ہوجانے کے بعد بھی ان میں یہ عام آدمی..... تھوڑا بہت باقی رہ گیا تھا اور اسی بناء پر وہ اپنے طبقے میں عادات و اطوار کے لحاظ سے عجیب سمجھے جانے لگے تھے۔بہرحال وہ خطاب یافتہ ہوجانے کے بعد سڑک کے کنارے کھڑے ہوکر بارہ مسالہ کی چاٹ تو نہیں کھاتے تھے مگر شب برات کا چاند دیکھ کر شاید شہر میں سب سے پہلے ہوائی وہی داغتے تھے۔اس کے بعد شب برات تک کے لئے آؤٹ ہاؤز اچھا خاصا بارود خانہ بن کر رہ جاتا تھا۔وہ شب و روز وہیں رہ کر مختلف قسم کی آتش بازیاں بنایا کرتے تھے۔غالباً اسی لئے ان کے بعض حاسدوں نے یہ افواہ اڑادی تھی کہ ان کے باپ دادا آتش باز تھے۔

جب ایک رات آؤٹ ہاؤز میں آگ لگی تو لوگ اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکے کہ آتش بازی کا شوق رنگ لایا۔

سرمخدوم کا کنبہ کافی تھا۔ خود انہوں نے تو سرے سے شادی ہی نہیں کی تھی لیکن بھائی بھتیجے کئی عدد تھے اور پورا کنبہ کم وبیش بارہ نفوس پر مشتمل تھا۔ ان میں چھوٹے بچے بھی شامل تھے۔

جس وقت فریدی کی کیڈیلاک کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی کنبے کے بیشتر افراد شائد ناشتے سے فارغ ہوکر برآمدے میں آ بیٹھے تھے۔

فریدی کے ساتھ سولیسٹر جعفری بھی تھا اور سرجنٹ حمید اپنے داہنے ہاتھ میں ایک شیشے کا مرتبان اٹھائے ہوئے تھا جس میں پندرہ عدد جونکیں تھیں اور اس کا دل خوشی سے ناچ رہا تھا۔ کیونکہ برآمدے میں اسے وہ لڑکی بھی نظر آئی تھی جس کے متعلق اس نے صحیح اندازہ لگایا تھا۔ سرمخدوم کے خاندان والوں نے انہیں تنفر آمیز نظروں سے دیکھا۔ معاملات کو سمجھنے کے لئے ان دو اجنبیوں کے ساتھ جعفری کی موجودگی ہی کافی تھی۔ اگر وہ بھی نہ ہوتا تو وہ جونکوں والا مرتبان ہی انہیں سب کچھ سمجھا دیتا۔

وہ برآمدے کے قریب پہنچ گئے۔ لیکن سرمخدوم کے خاندان والوں میں سے کسی نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ فریدی پورچ میں رک کر بڑے بے تعلقانہ انداز میں ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”یہ عمارت تبدیلی کے لئے خاصی خوشگوار ثابت ہوگی مجھے پسند آئی۔“

فریدی نے یہ جملہ اتنی اونچی آواز میں کہا تھا کہ برآمدے میں بیٹھے ہوئے لوگ بہ آسانی سن سکیں۔ حمید نے دیکھا کہ وہی لڑکی جھپٹ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور برآمدہ طے کرکے ٹھیک فریدی کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے ہونٹ پھڑک رہے تھے سانس پھول رہی تھی اور کان کی لویں سرخ ہوگئی تھیں۔

”چلے جاؤ یہاں سے۔“ وہ پھاٹک کی طرف ہاتھ تان کر حلق کے بل چیخی۔

فریدی بڑی سنجیدہ اور ترحم آمیز نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

اچانک ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بھی تیز قدموں سے چلتا ہوا پورچ میں آ گیا اور اس نے لڑکی کا بازو پکڑ کر کہا۔ ”صوفیہ...... بدتمیزی ہے...... بداخلاقی ہے......“ پھر وہ فریدی سے بولا۔ ”معاف کیجئے گا...... یہ ابھی ناسمجھ ہے۔“

''اوہ...... کوئی بات نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''مجھے محض مرحوم کی وصیت کا پاس ہے ورنہ میں بہت مشغول آدمی ہوں اور مجھے سب سے زیادہ آرام اپنے گھر ہی پر ملتا ہے۔''

''تو پھر یہاں تمہیں تکلیف ہی تکلیف ہوگی۔'' صوفیہ جلدی سے بولی۔ ''ایک رات بھی چین سے نہ سوسکو گے۔''

''میں مرحوم کے لئے سب کچھ برداشت کرلوں گا۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''صوفیہ اندر جاؤ۔'' معمر آدمی نے لڑکی کو ڈانٹا اور وہ جھلاہٹ میں پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی۔ حمید کو بڑا افسوس ہوا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ جونکوں والا مرتبان اس آدمی کے سر پر پٹخ دے۔ برآمدے میں دو لڑکیاں اور تھیں لیکن وہ صورت ہی سے احمق معلوم ہوتی تھیں۔ حمید کا خیال تھا کہ غیر ذہین لڑکیاں Reshonsive نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ ان کی طرف دھیان بھی نہیں دیتا تھا، خواہ وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہوں۔ اس کے برخلاف بعض کلوٹیاں محض اپنی ذہانت کی بناء پر اسے اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھیں چاہے ان کے پیر[1] کتنے ہی بھدے کیوں نہ ہوں۔ وہ ذہانت کا پجاری تھا۔ ذہانت جو چہرے ہی سے ظاہر ہوجائے۔

''کیا آپ مجھے تھوڑا وقت دیں گے۔'' معمر آدمی نے فریدی سے کہا۔

''ضرور...... بڑی خوشی سے۔'' فریدی بولا۔

وہ انہیں ایک کمرے میں لایا۔ حمید نے جونکوں کا مرتبان میز پر رکھ دیا اور خود فریدی کے برابر بیٹھ گیا۔ جعفری کی نظریں معمر آدمی کے چہرے پر تھیں۔

''کیا آپ کو یہ سب کچھ مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوتا۔'' معمر آدمی نے فریدی سے کہا۔

''معلوم تو ہوتا ہے...... مگر مجبور ہوں۔ مرحوم کی وصیت...... میں انکی بہت عزت کرتا تھا۔''

''اور آپ کو یقین ہے کہ وہ کسی صحیح الدماغ آدمی کی وصیت ہے۔''

''ایک موڈی آدمی کی وصیت۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''جو مرنے کے بعد بھی لوگوں کو حیرت میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ کیا سرمخدوم اپنی زندگی میں تحیر پسند نہیں تھے۔''

''تھے...... مجھے اس سے انکار نہیں۔ لیکن آپ جیسا آدمی اس قسم کے چکر میں پڑ جائے۔

---

[1] پیروں کی دلچسپ داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول ''سیاہ پوش لٹیرہ'' جلد نمبر 10 ملاحظہ کیجئے۔

یہ البتہ میرے لئے تحیر انگیز ہے۔"

"ہے نا تحیر انگیز......!" فریدی مسکرا کر بولا۔"میں یہی کہہ رہا تھا کہ سر مخدوم نے بہتوں کو تحیر میں چھوڑا ہے۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر معمر آدمی نے آہستہ سے کہا۔

"اگر اس وصیت نامے کی قانونی حیثیت کو عدالت میں چیلنج کیا گیا تو آپ کی کیا پوزیشن ہوگی۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوگی اور آپ اس کے مصارف مجھ سے لے سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔"مجھ پر تو ایک قسم کا فرض عائد ہو کر رہ گیا ہے جس کی تکمیل ضروری ہے۔"

"تو کیا آپ یہاں قیام کریں گے؟"

"یقیناً......!" فریدی بولا۔"وصیت کے مطابق یہ ضروری ہے۔"

"جہنم میں گئی وصیت......" معمر آدمی نے کرسی کے ہتھے پر گھونسہ مار کر کہا۔"میں اسے بکواس سمجھتا ہوں...... بھائی صاحب کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔"

"خوب......!" فریدی چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔"اور اس کے باوجود بھی آپ لوگوں نے انہیں مہمان خانہ میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ نہ صرف تنہا بلکہ آتشبازی کے ذخیرے کیساتھ......!"

معمر آدمی خاموشی سے فریدی کو گھورنے لگا۔ پھر اس کی نظریں جونکوں کے مرتبان کی طرف اٹھ گئیں جسے وہ کراہیت سے ہونٹ سکوڑے ہوئے دیکھتا رہا۔ اچانک وہ جعفری کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں ساری چالیں سمجھتا ہوں......اپنے بال دھوپ میں نہیں سفید کئے۔"

"چالیں......!" جعفری حیرت سے بولا۔"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں...... میں نے سینکڑوں داستانیں پڑھی ہیں ۔ وکیلوں کے ہتھکنڈے۔ وہ کس طرح اپنے موکلوں کی طرف سے جعلی وصیتیں بناتے ہیں۔"

"غالباً آپ جاسوسی ناولوں کی باتیں کررہے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔"لیکن یہ

وصیت جعلی نہیں۔ اس پر گواہوں کی حیثیت سے چند معززین نے اپنے دستخط کئے ہیں۔"

"سب کچھ ہوسکتا ہے...... کیا نہیں ہوسکتا۔" معمر آدمی سر ہلا کر بولا۔

"دیکھئے مسٹر ناصر......" جعفری نے جھلا کر کہا۔ "آپ مجھ پر نہ صرف اتہام لگا رہے ہیں بلکہ میری توہین بھی کر رہے ہیں۔"

"یہ معاملہ عدالت میں ضرور جائے گا۔" معمر آدمی نے کہا، پھر فریدی سے بولا۔

"میں اس وصیت کے سلسلے میں عذر داری کروں گا...... اس لئے آپ اس عمارت میں قیام نہیں کر سکتے۔"

قیام تو میں یہیں کروں گا۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "آپ نے پہلے ہی وصیت کے خلاف درخواست دے کر امتناعی حکم کیوں نہیں لے لیا۔ اب تو جب تک سرکاری طور پر مجھے یہاں سے ہٹنے پر مجبور نہ کیا جائے میں نہیں ہٹ سکتا۔ اس لئے میری ایک بات اور سن لیجئے...... اگر آپ نے عدالتی کاروائی کر کے مجھے یہاں سے ہٹانے کی کوشش کی تو آپ سب ایک بہت بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

"کیا مطلب......!" معمر آدمی اُسے گھورنے لگا۔

"مطلب صاف ظاہر ہے...... ڈاکٹروں کا سرٹیفکیٹ میں پھاڑ دوں گا...... اس کے بعد اس وصیت کو ایک پاگل آدمی کی وصیت ثابت کر دینے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"یہ تو آپ اپنے ہی خلاف کریں گے۔" جعفری بوکھلا کر بولا۔

"سنتے جائیے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس کے بعد پولیس اس عمارت کے گرد شکاری کتوں کی طرح منڈلانے لگے گی۔ آخر ایک پاگل آدمی کو آتش بازی کے ذخیرے کے ساتھ مہمان خانے میں تنہا کیوں چھوڑا گیا۔ یقیناً ان کے اعزہ اس کی موت کے خواہاں تھے۔ کیوں؟ دولت کے لئے؟"

معمر آدمی کے چہرے کی سرخی غائب ہوگئی...... تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

''اس وقت تک قیام کرنا جب تک کہ یہ ساری جونکیں مر نہ جائیں۔'' فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔'' معمر آدمی بگڑ گیا۔

''سنئے تو سہی..... آپ سمجھے نہیں۔ وصیت میں یہی ہے نا کہ دولت کا حبہ حبہ ان پندرہ جونکوں پر صرف کر دیا جائے لیکن ان کے مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس کے بارے میں وصیت کچھ نہیں کہتی۔ غالباً جونکوں کے بعد آپ ہی لوگ جائیداد کے وارث ہوں گے اور جونکوں کا سرپرست یعنی یہ خاکسار اپنے اعزازی عہدے سے سبکدوش ہو جائے گا۔''

''شاید آپ کے دماغ میں بھی خلل ہے۔'' معمر آدمی نے کہا۔

''چلئے یہی سہی.....!'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''میں سر مخدوم کی وصیت کا احترام ضرور کروں گا..... خواہ وہ پاگل پن ہو یا اس سے بھی بُری کوئی چیز.....!''

''لیکن آپ ان گندے کیڑوں کو یہاں نہیں رکھ سکیں گے۔'' وہ جونکوں کے مرتبان کی طرف اشارہ کر کے جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

''دیکھئے جناب!'' حمید نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ ''آپ ان معزز جونکوں کی توہین نہیں کر سکتے۔ ان میں سے ایک تو یقیناً لیڈی کہلانے کی مستحق ہوگی۔ ایک نائٹ کی وارث ہونے کی بناء پر۔''

معمر آدمی دانت پیس کر رہ گیا۔

''آپ کو ہماری وجہ سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' فریدی نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

''میں سب سمجھتا ہوں.....!'' معمر آدمی سر ہلا کر بولا۔ ''آپ کو شبہ ہے آپ سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے ہی کسی نے مہمان خانے میں آگ لگائی تھی۔''

''اگر آپ سر مخدوم کو پاگل تصور کرتے ہیں تو یقیناً مجھے یہی سوچنا چاہئے۔''

''نہیں وہ پاگل نہیں تھے۔'' معمر آدمی نے جھلا کر کہا۔

''تب پھر یہ وصیت سو فیصدی جائز ہے۔''

''قانون اسے ناجائز قرار دے گا'' وہ کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''اوہو! مجھے اس کی فکر نہیں جب تک قانون فیصلہ کرے گا مجھے یہیں رہنا ہوگا' ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے ہی جونکیں مر جائیں۔ پھر سب کچھ آپ ہی کا ہے۔''

''یہ ابھی مر جائیں گی۔'' دروازے کے قریب سے ایک غصیلی آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑے۔ صوفیہ اپنے ہاتھ میں ایک وزنی سا ہتھوڑا لئے کھڑی تھی۔

''ناممکن...... ناممکن......'' حمید نے جھپٹ کر مرتبان میز سے اٹھالیا۔ ''انہیں زندہ رہنا ہے...... یہ غیر فانی معزز جونکیں...... ان میں یقیناً ایک لیڈی ہے۔''

''صوفیہ......!'' معمر آدمی کی تیز آواز کمرے میں گونجی۔

''آپ نہیں سمجھتے۔'' صوفیہ نے کہا۔ ''یہ لوگ ہمیں پریشان کرنا چاہتے ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں...... تم اندر جاؤ۔''

''خیر پھر سہی'' صوفیہ حمید کو گھورتی ہوئی چلی گئی...... اس بار پھر حمید کو اس آدمی پر تاؤ آیا۔

''یہ سب بچے بہت شیطان ہیں۔'' معمر آدمی نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''مجھے شریر بچے پسند ہیں۔'' فریدی کی جوابی مسکراہٹ اس سے بھی زیادہ معنی خیز تھی۔

فریدی اور حمید سچ مچ یہاں قیام کرنے کے لئے آئے تھے لہٰذا انہیں دنیا کی کوئی طاقت اس سے نہیں روک سکتی تھی۔ انہوں نے اپنے قیام کے لئے وہی کمرے منتخب کئے جن کا تعلق صرف سرمخدوم سے تھا۔ گھر والوں نے نہ انہیں دوپہر کے کھانے کے لئے پوچھا اور نہ شام کی چائے کے لئے۔ نوکر بھی کافی پھٹے پھٹے نظر آ رہے تھے۔ حکم ماننا تو الگ رہا وہ ان کا نوٹس ہی نہیں لیتے تھے۔ مجبوراً فریدی کو اپنے دو نوکر بلوانے پڑے۔ یہ رنگ دیکھ کر حمید بور ہونے لگا پہلے وہ سمجھا تھا کہ شاید سرمخدوم کے خاندان والے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

''اے جونکوں کے مربی۔'' اس نے فریدی سے کہا۔ ''میں خود کو اچھوت محسوس کرنے لگا ہوں اگر اجازت ہو تو میں دل بہلانے کے لئے برخوردار بغرا خاں کو یہاں لاؤں۔''

''نہیں بہت زیادہ مضحکہ خیز بننے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں تمہیں گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔''

''میں انتہائی درجہ شکر گذار ہوں گا۔''

''تم غلط سمجھے! تمہیں چھٹی نہیں دے رہا ہوں۔ تجربہ گاہ سے ایم سی فورٹین کی بوتل لاؤ اور گوشت کے دو تین ٹکڑے بھی۔ ورنہ ہم رات کو باہر نہیں نکل سکیں گے۔''

''کیوں......؟''

''ان کے رکھوالی کرنے والے کتے کٹکھنے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ رات کو کمپاؤنڈ میں چھوڑے گئے تو باہر نکلنا دشوار ہوگا۔''

''باہر نکلنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟''

''بکومت...... کیا تم سمجھتے ہو کہ میں سچ مچ یہاں جونکوں کی پرورش کرنے آیا ہوں۔''

''مگر...... وہ لڑکی...... صوفیہ۔'' حمید گردن کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

''وہ ہمیں پریشان کرسکتی ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''مگر میں تمہاری صلاحیتوں کی طرف سے کبھی مایوس نہیں ہوسکتا۔''

''کلیجہ گز بھر کا ہوگیا۔'' حمید نے خود ہی اپنی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔

''اچھا بس...... اب جلدی سے جاؤ۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہمیں ساری تیاریاں مکمل کرلینی ہیں۔''

حمید چند لمحے فریدی کو عجیب نظروں سے دیکھتا رہا پھر باہر چلا گیا۔

اندھیرے میں کون؟

کمپاؤنڈ میں گہری تاریکی مسلط تھی۔ فریدی اور حمید دروازہ کھول کر دبے پاؤں باہر نکلے۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ کتوں کا انتظام وہ پہلے ہی کرچکے تھے اور شاید وہ کمپاؤنڈ ہی میں کہیں بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ فریدی کا خیال تھا کہ صبح سے قبل اگر وہ ہوش میں آبھی گئے تو

وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں گے۔ ان میں بھونکنے کی بھی سکت نہ ہوگی۔ شاید صرف اونگھ اونگھ کر غراتے رہیں گے۔ گھر والوں کو ان رکھوالی کرنے والے السیشن کتوں پر اتنا بھروسہ تھا کہ انہوں نے چوکیدار بھی نہیں رکھے تھے۔ چہار دیواری کے پھاٹک پر صرف ایک آدمی رہتا تھا لیکن عمارت سے پھاٹک کا فاصلہ دو فرلانگ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا اس لئے انہیں اس کی چنداں فکر نہیں تھی۔

وہ دبے پاؤں مگر تیزی سے چلتے ہوئے مہمان خانے کے ملبے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ قریب پہنچ کر فریدی رک گیا۔ اس نے مڑ کر عمارت پر نظر ڈالی۔ جو بدستور تاریکی میں نہائی ہوئی کھڑی تھی۔ پھر اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور ملبے کے ایک ڈھیر پر جھک پڑا۔ ٹارچ کی روشنی کی ایک باریک سی لکیر آہستہ آہستہ ادھر اُدھر رینگ رہی تھی۔

حمید چپ چاپ فریدی کے ساتھ ادھر سے ادھر حرکت کر رہا تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ فریدی نے یہ سب کیوں کیا ہے اور نہ ہی اس نے پوچھنے کی زحمت گوارا کی تھی۔

قریب قریب آدھے گھنٹے تک فریدی ان ڈھیروں کو کریدتا رہا۔ پھر اس نے حمید کی مدد سے ایک دبے ہوئے ادھ جلے دروازے کو ڈھیر سے نکالا۔ چند لمحے اس کا جائزہ لیتا رہا پھر ٹارچ کی روشنی بند کر کے سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''یہ کون ہے۔'' اچانک اس نے آہستہ سے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

''کدھر......؟'' حمید نے چونک کر پوچھا۔

فریدی نے ایک طرف اندھیرے میں اشارہ کیا اور پھر حمید وہاں تنہا رہ گیا...... فریدی کسی طرف اندھیرے میں رینگ گیا تھا۔

دفعتاً حمید کے داہنے شانے سے کوئی چیز زور سے ٹکرائی۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ داہنے گال پر آنچ سی محسوس ہوئی اور حمید لڑکھڑا گیا۔ پھر اس کی پیٹھ پر بھی ویسا ہی ایک دھماکہ ہوا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

''گولی لگی......!'' اس کے ذہن نے تیزی سے دہرایا اور پھر اس کا سر گھومنے لگا۔

پسلی میں گولی...... پھیپھڑے میں گھس گئی ہوگی...... پھر موت......اس کا دم گھٹنے لگا۔
لیکن پھر اس نے محسوس کیا کہ تکلیف کا احساس نہ تو شانے میں ہے اور نہ پسلی ہی میں۔
اس نے زمین پر پڑے اپنے شانے پر ہاتھ پھیرا......پسلی ٹٹولی...... کہیں کچھ بھی نہ تھا۔
نہ تو گرم گرم خون کی نمی اور نہ کوئی سوراخ......وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر ایک تیسرا دھماکہ ہوا۔
اُسے اپنے پیروں کے پاس چمک دکھائی دی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔

''لاحول ولاقوۃ...... پٹاخے......!'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

پھر قریب ہی اسے اس قسم کی آوازیں سنائی دیں جیسے دو آدمی ایک دوسرے سے الجھ پڑے ہوں۔

''حمید تم زندہ ہو یا مر گئے۔'' اس نے فریدی کا ہلکا سا قہقہہ سنا۔ حمید آواز کی طرف جھپٹا۔
فریدی کسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا۔

''یہ شریر لڑکی......!'' فریدی ہنستا ہوا بولا۔

''چھوڑو مجھے۔'' حمید نے ایک نسوانی آواز سنی جو صوفیہ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔
پھر وہ بے بسی سے ہنسنے لگی۔

''تمہیں شاید سر مخدوم کے قاتل سے ہمدردی ہے۔'' فریدی بولا۔

''میں نہیں جانتی! تم لوگ یہی سمجھتے ہو کہ چچا جان کو ہم لوگوں نے مار ڈالا ہے اور تم اسی لئے یہاں آئے ہو......مگر یہ بکواس ہے......ہم سب انہیں بے حد چاہتے تھے۔''

''تم صرف اپنے متعلق اتنے وثوق سے کہہ سکتی ہو۔'' فریدی بولا۔

''میں سب کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ ان میں پلی بڑھی ہوں۔ کوئی اتنا کمینہ نہیں''

''میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ خاندان ہی کا کوئی فرد ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''پھر اس طرح چوری چھپے تحقیقات کا کیا مطلب......!'' صوفیہ بال کی کھال نکالنے پر تل گئی تھی۔

''محض اس لئے کہ میں سرکاری طور پر کام نہیں کر رہا۔'' فریدی نے کہا۔ ''پولیس کو تو یہ

باور کرادیا گیا ہے کہ یہ ایک اتفاقیہ حادثہ ہے۔ ممکن ہے سر مخدوم نے کسی نئی قسم کی آتشبازی کا تجربہ کیا ہو اور بارود کے ذخیرے تک اس کی چنگاریاں پہنچ گئی ہوں۔''

''اور یہ قطعی درست نظریہ ہے۔'' صوفیہ اپنی پتلون کی جیبیں ٹٹولتی ہوئی بولی۔''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا......!''

''یہ تم کس طرح کہہ سکتی ہو۔''

''اس طرح......!'' صوفیہ نے جیب سے کوئی چیز نکال کر حمید کے پیر کے پاس پٹخ دی۔ دھماکہ ہوا اور حمید اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ صوفیہ ہنسنے لگی۔

''شرارت بند کرو......جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم نے کیا پوچھا تھا۔''

''تمہارا شبہ کسی پر ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''کسی پر بھی نہیں۔''

''میں گھر والوں کے متعلق نہیں پوچھ رہا ہوں۔''

''تو کوئی باہری بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کرسکتا۔ ہمارے کتے بہت خطرناک ہیں۔''

''اس وقت وہ کہاں ہیں۔'' فریدی نے طنز آمیز لہجے میں پوچھا۔

''اوہ......!'' صوفیہ چونک پڑی۔''کہاں ہیں......واقعی وہ کہاں ہیں؟'' اس نے خود سے سوال کیا۔ پھر جلدی سے بولی۔''کیا تم نے انہیں مار ڈالا۔''

''قطعی نہیں......لیکن وہ صبح تک گہری نیند سوتے رہیں گے۔''

''بیہوش کردیا......!'' صوفیہ اچھل کر بولی۔

''ہاں......اور اسی طرح کوئی دوسرا بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہوسکتا ہے۔''

صوفیہ سوچ میں پڑگئی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔''تم صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں خاندان ہی کے کسی آدمی پر شبہ ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی باہری یہ حرکت کیوں کرنے لگا۔''

''تم کافی سمجھ دار ہو...... ہاں میں یہی سمجھتا ہوں۔''

''تو پھر...... وہ تو میں بھی ہو سکتی ہوں۔ کیونکہ چچا جان مجھے سب سے زیادہ چاہتے تھے......اور اکثر کہا کرتے تھے کہ جائیداد کا سب سے بڑا حصہ مجھے ہی دیں گے۔''

''تم......!'' فریدی انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ ''ہرگز نہیں......تم سر مخدوم کی قاتلہ نہیں ہو سکتیں۔ اگر تم کسی کو قتل کر سکتی تو پھر فرشتوں پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔''

''کیوں......کوئی پیشانی پر تو کچھ لکھا نہیں ہے۔''

''تمہاری پیشانی پر لکھا ہے......صرف ایک لفظ......وفادار......تم سر مخدوم کیلئے اپنی جان بھی دے سکتی تھیں اور میں نے یہ لفظ پورے خاندان میں صرف تمہاری ہی پیشانی پر دیکھا ہے۔''

فریدی کا تیر پیشانی پر بیٹھا تھا۔ صوفیہ کے ہونٹوں کے گوشے کانپ رہے تھے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی جو پھوٹ بہنے کیلئے اکٹھا ہو رہے تھے۔

''تم سر مخدوم سے بے انتہا محبت کرتی تھیں۔'' فریدی نے تپتے ہوئے لوہے پر آخری ضرب لگائی اور صوفیہ سچ مچ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ بہت زیادہ جذباتی معلوم ہوتی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ خود آگاہ بھی۔ کیونکہ اس نے فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پالیا اور اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی اس حرکت پر بہت زیادہ شرمندہ ہو۔

''پہلے مجھے صرف شبہ تھا......لیکن اب۔'' فریدی قدرے توقف کے ساتھ بولا۔ ''لیکن اب یقین ہو گیا ہے کہ سر مخدوم کا جل کر مرنا اتفاقیہ نہیں تھا۔ اگر وہ آگ کے نرغے سے نکلنا بھی چاہتے تو نہیں نکل سکتے تھے۔''

''کیوں......؟'' صوفیہ چونک پڑی۔

''سارے دروازے باہر کی طرف سے بولٹ کر دیئے گئے تھے۔''

''یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

فریدی نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''باہر کے سارے دروازے سرخ رنگ کے تھے نا......!''

''ہاں......آں......!''

''تو آؤ......میں تمہیں دکھاؤں۔''

''وہ پھر ملبے کے ڈھیروں کے قریب آ گئے۔ فریدی نے اُسے سرخ رنگ کے تین دروازے دکھائے، جو دونوں طرف سے بولٹ تھے۔ حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے بھی اُسے ان دروازوں کو الٹتے پلٹتے دیکھا تھا لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس کا مقصد کیا تھا۔

''کسی نے بھی اسکی طرف دھیان نہیں دیا۔'' صوفیہ فریدی کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولی۔

''بہرحال تم اُسے کیا کہو گی۔''

''ہوسکتا ہے کہ بعد کو کسی نے بولٹ کر دیا ہو۔''

''ناممکن......میں نے انہیں ملبے کے نیچے سے نکالا ہے۔''

صوفیہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''کچھ بھی ہو......میں یہ ماننے کیلئے تیار نہیں کہ گھر والوں میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہے۔''

''میں تمہیں منوانا بھی نہیں چاہتا اور نہ فی الحال خود ہی اس پر یقین کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تو میں صرف اتفاقیہ حادثہ یا سازش پر غور کر رہا ہوں۔''

''اور اس کے لئے آپ نے چوروں کا سا طریقہ اختیار کیا ہے۔'' صوفیہ نے طنزاً کہا۔

''مجبوری ہے......میں اس سلسلے میں شور وشر نہیں چاہتا۔''

''کیوں......!''

''تم لوگوں کی پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ سر مخدوم کی وصیت پبلک میں آجائے گی۔ اخبارات نت نئی حاشیہ آرائیاں کریں گے۔''

''وہ تو ہو کر رہے گا۔ ناصر چچا عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹائیں گے۔''

''ناممکن......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ اس طرح وہ سر مخدوم کو پاگل ثابت کریں گے، جو پورے خاندان کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔''

''تو آپ نے چاروں طرف سے پھانس لیا ہے۔''

''میں نے۔'' فریدی نے حیرت سے کہا۔ ''نہیں تو.... یہ کام تو سر مخدوم ہی نے کیا ہے۔''

اچانک فریدی خاموش ہوگیا اور اس کے منہ سے تحیر آمیز آواز نکلی۔

''کون ہے؟'' اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

پھر ملبے کے ڈھیروں کی دوسری طرف سے کچھ اس قسم کی آواز آئی جیسے کوئی پھسل کر گرا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک تاریک سایہ تیزی سے دوڑتا ہوا مہندی کی باڑھ پھلانگ گیا

''ٹھہرو...... ورنہ گولی ماردوں گا۔'' فریدی نے گرج کر کہا۔

بھاگنے والا رکا نہیں ۔ وہ عقبی پارک کی طرف دوڑ رہا تھا۔ فریدی بھی مہندی کی باڑھ پھلانگ چکا تھا۔ اس کی پیچھے حمید بھی لپکا اور شاید صوفیہ بھی اس کے ساتھ ہی دوڑ رہی تھی۔

اصطبل کے قریب اُگی ہوئی مالتی کی بے ترتیب جھاڑیوں نے کئی بار فریدی کی راہ روکی اور اس دوران میں بھاگنے والا احاطے کی دیوار تک پہنچ گیا جس کی اونچائی پانچ یا چھ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ فریدی اب بھی شائد آدھے فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھاگنے والا دیوار پر چڑھنے لگا۔

فریدی نے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ حقیقتاً اس کی جیب میں ریوالور موجود نہیں تھا۔ بھاگنے والا دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔

فریدی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب تعاقب فضول ہے۔ کیونکہ احاطے کی دیوار کے نیچے چھیول کا گھنا جنگل شروع ہوگیا تھا...... جو میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔

حمید اور صوفیہ اس کے قریب کھڑے ہانپ رہے تھے۔

''ک...... کو...... ن...... تھا......!'' صوفیہ ہانپتی ہوئی بولی۔

''پتہ نہیں۔'' فریدی تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ ''میں گھر والوں کو چیک کروں گا۔ حمید تم یہیں ٹھہرو...... ادھر کا خیال رکھنا۔''

''سب...... سو رہے...... ہوں گے......'' صوفیہ نے کہا۔

''فکر نہ کرو......میرے ساتھ آؤ۔''

وہ دونوں چلے گئے۔حمید تنہا رہ گیا۔اس نے نوکروں کے کوارٹر میں روشنی دیکھی۔

کچھ دروازے چڑچڑا کر کھلے اور تین لالٹینیں اندھیرے میں جھولنے لگیں۔

''کون ہے۔!'' کسی نے چیخ کر کہا۔

حمید کچھ نہ بولا......اور نہ اس نے اپنی جگہ سے حرکت کی......تین آدمی ہاتھوں میں لالٹینیں لئے دور کھڑے بھنبھنا رہے تھے۔

''کون ہے؟'' کسی نے پھر ہانک لگائی اور پھر وہ تینوں حمید کی طرف بڑھے۔حمید پھر بھی کچھ نہ بولا۔وہ تینوں قریب پہنچ گئے۔ایک نے لالٹین حمید کے چہرے کے برابر اٹھائی اور پھر فوراً ہی اس کا ہاتھ جھک گیا۔

''اندر جاؤ......!'' حمید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔''میں تفریح کر رہا ہوں۔''

وہ لالٹین جھلاتے ہوئے چپ چاپ واپس چلے گئے۔

حمید احاطے کی دیوار کی نگرانی کر رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ بھاگنے والا گھر ہی والوں میں سے کوئی رہا ہوگا۔سرمخدوم کے خاندان میں اس وقت بھی چار مرد تھے ایک تو ناصر......سر مخدوم کا بھائی جس نے آج صبح فریدی سے وصیت کے متعلق گفتگو کی تھی......دوسرا شمشاد......سرمخدوم کی بہن کا لڑکا......فضائیہ میں پائیلٹ تھا......تیسرا فرحان......ناصر کا لڑکا......چوتھا......ارشاد......یہ شمشاد کا چھوٹا بھائی اور ایم ایس سی کا طالب علم تھا۔

حمید کے ذہن میں ان چاروں کی شکلیں تھیں......اور وہ سوچ رہا تھا کہ ان میں سے کون اتنا پھرتیلا ہوسکتا ہے۔وہ کئی منٹ تک انہیں اپنے ذہن میں رکھتا اور تولتا رہا۔وہ سوچ رہا تھا کہ اگر گھر والوں میں سے کوئی غائب ہوا تو وہ شمشاد ہی ہوگا۔

کچھ دیر بعد اس نے قدموں کی آہٹ سنی جو عمارت کی طرف سے اسی کی جانب بڑھتی آرہی تھی۔یہ فریدی تھا۔حمید کے قریب پہنچ کر اس نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

''خاندان کے سارے لوگ موجود ہیں......وہ سب سو رہے تھے۔آؤ واپس چلیں۔''

برآمدے میں گھر کے سارے افراد موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نہ رہے ہوں۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر ان میں سے کئی کی مٹھیاں کس گئیں اور ناصر کے چہرے سے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچا کھا جائے گا۔

''آخر یہ سب کیا انعویت ہے۔'' شمشاد نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے افسوس ہے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''میں پوچھتا ہوں آپ چوروں کی طرح......!'' ناصر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''ٹھہریئے......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''مجھے پورا یقین ہے کہ سرمخدوم کو جان بوجھ کر ہلاک کیا گیا تھا۔''

''آپ اس طرح دھمکا کر......نہ جانے کیا کرنا چاہتے ہیں۔'' ناصر کی آواز تیز ہوگئی۔

''سرمخدوم کو مہمان خانے میں قید کیا گیا تھا۔'' فریدی ان کے چہروں کو گھورتا ہوا آہستہ سے بولا۔

''کیا بکواس ہے۔'' شمشاد بڑبڑایا۔

''بکواس نہیں حقیقت...... باہر سے سارے دروازے بولٹ کر دیئے گئے تاکہ وہ نکل کر بھاگ نہ سکیں۔''

''کیا......؟'' ناصر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

اور پھر چند لمحوں کے لئے اس قسم کا سناٹا طاری ہوگیا جیسے وہ سب اس کی لاش کے قریب کھڑے ہوں۔

فریدی اور حمید انہیں اسی حال میں چھوڑ کر اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔

ایک مشتبہ آدمی

دوسری صبح نہ جانے کیوں حمید بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ ایک عجیب سی الجھن تھی۔ جسے تنہائی کے احساس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ فریدی صبح ہی سے غائب تھا۔ لیکن حمید کے لئے یہ تاکید تھی کہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی سرمخدوم کی کوٹھی نہ چھوڑے۔

حمید تنگ آ گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ جتنی جلد یہاں سے گلوخلاصی ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ تین خوبصورت اور جوان لڑکیوں کی موجودگی میں بھی وہ اس کوٹھی کے ماحول سے اکتا گیا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ وہ ہر کس و ناکس کی تنفر آمیز نظروں سے تنگ آ گیا تھا۔

حتیٰ کہ نوکر چاکر بھی انہیں گویا اچھوت سمجھتے تھے۔

حمید نے مسہری سے اٹھ کر ایک طویل انگڑائی لی اور غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ سرمخدوم کے خاندان والوں نے اس کا نوٹس بھی نہ لیا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر فریدی نے اپنے نوکر نہ بلوائے ہوتے تو یہاں بھوکے بھی مرنا پڑتا۔

منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے وقت اُسے صوفیہ کا خیال آیا۔ اس کا قرب حقیقتاً ٹھنڈے پانی کی طرح تازگی بخشتا تھا اور وہ خود اوس میں بھیگی ہوئی ٹھنڈی ہوا معلوم ہوتی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ صوفیہ کو یقین آ گیا ہے شاید اب وہ ان سے بیگانگی کا برتاؤ نہ کرے۔ خوبصورت لڑکیوں کی سرد مہری اُسے بہت گراں گزرتی تھی اور کچھ غیر فطری سی بھی معلوم ہوتی تھی۔ کچھ ایسی ہی غیر فطری جیسے گلاب کا پھول بھنڈیوں کی سی شکل اختیار کرے۔

ناشتے کے بعد وہ برآمدے میں نکل آیا۔ صبح بڑی خوشگوار تھی۔ دھوپ میں ابھی گرمی نہیں آئی تھی۔ حمید نے چاروں طرف دیکھا۔ برآمدے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک

آرام کرسی پر بیٹھ کر اس کی پشت سے ٹک گیا۔

نہ جانے کیوں اس کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایسا عجیب وغریب اور بے سروپا کیس اسے آج تک نہ ملا تھا۔ کبھی کبھی تو اسے ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے وہ کسی ڈرامے کے ریہرسل میں حصہ لے رہا ہو۔ فریدی کا خیال تھا کہ سر مخدوم نے اپنے لئے پہلے ہی خطرے کی بو سونگھ لی تھی اسی لئے اس نے ایک ایسی بے تکی وصیت مرتب کی جس کی بناء پر اس کی موت کو اتفاقیہ نہ سمجھا جا سکے۔ حمید کو فریدی کی اس رائے سے اتفاق تھا مگر کیا سر مخدوم کو یہ بھی معلوم تھا کہ اُن کے خاندان ہی کا کوئی آدمی ان کی موت کا خواہاں ہے...... کیا یہ ممکن ہے۔

حمید اس کے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ اس کی توجہ کا مرکز ایک بھاری بھرکم آدمی بن گیا تھا جو طویل روش سے گزرتا ہوا برآمدے ہی کی طرف آرہا تھا۔ اس کے سر پر فلٹ ہیٹ تھی اور جسم پر ایک بہترین طور پر پریس کیا ہوا سوٹ۔ قمیض کے کالر کی بے داغ سفیدی دور ہی سے چمک رہی تھی۔ پورچ میں پہنچ کر وہ اچانک رک گیا۔ وہ حمید کو تحیر آمیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ حمید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ حمید اسے ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔

''ہیلو آفیسر......!'' آنے والے نے کسی قسم کے جذبے کا اظہار کئے بغیر کہا۔

برآمدے میں پہنچ کر ایک بار پھر اس نے حمید کو ٹٹو لنے والی نظروں سے دیکھا۔

''ادھر کیسے......!'' حمید نے پوچھا۔

اجنبی جواب دینے کی بجائے اُسے تفکر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

''کیا تم مجھے یہاں دیکھ کر متحیر ہو۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔

اجنبی نے لاپروائی کے اظہار کے لئے اپنے شانوں کو جنبش دی اور آہستہ سے بولا۔

''میں سمجھا...... لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔''

''تم کیا سمجھے اور تمہیں کس کی پرواہ نہیں۔''

''دیکھئے یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ آپ ٹانگ اڑائیں۔''

''میں بالکل نہیں سمجھا۔'' حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیا میں یہاں آپ کی موجودگی کا مقصد پوچھ سکتا ہوں۔'' اجنبی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''مہمان ہوں۔''

''بہت خوب......!'' اجنبی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ''لیکن میں نے پہلے ہی اچھی طرح مضبوطی کر لی تھی۔''

حمید کو ایک جھرجھری سی آئی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

پھر نہ جانے کدھر سے سر مخدوم کا بھائی ناصر آ نکلا......اور حمید نے محسوس کیا جیسے اس کو دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہو۔

''اوہ......ہو......آپ......!'' ناصر آہستہ سے بولا۔

''جی ہاں......میں......!'' اجنبی نے گرج کر کہا اور کھڑا ہو گیا۔

''اندر چلئے......میرے ساتھ آیئے۔'' ناصر مضطربانہ انداز میں دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

اجنبی حمید پر قہر آلود نظر ڈالتا ہوا ناصر کے پیچھے چلا گیا۔

حمید کی حیرت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اجنبی کوئی معزز آدمی نہیں تھا۔ وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔ شہر کا مشہور بدمعاش صفدر خاں جس کے کئی جوئے خانے چلتے تھے اور وہ پولیس والوں کو کافی رقم کھلاتا تھا۔

ایسی صورت میں حمید کا برآمدے میں رکے رہنا ناممکنات میں سے تھا۔ وہ بھی اندر چلا گیا لیکن ناصر تک پہنچنا مشکل تھا......فریدی کی بھی ہدایت تھی کہ ان کے نجی معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے......مگر......صفدر سے جس قسم کی گفتگو ہوئی تھی اس کا تقاضا تھا کہ ایسے موقع پر چوکنا رہنا چاہئے۔ پھر صفدر کو دیکھ کر ناصر کی گھبراہٹ آخر اس کا کیا مطلب تھا۔ وہ تیزی سے کاریڈر طے کرنے لگا۔ لیکن جیسے ہی وہ سرے پر مڑا اُسے اس طرح رک جانا پڑا جیسے پوری بریکیں لگ گئی ہوں۔

صوفیہ اس کے کمرے کے دروازے پر جھکی ہوئی تھی اور اس کا انہماک اتنا بڑھا ہوا تھا کہ

اسے حمید کے آنے تک کی خبر نہ ہوئی۔ وہ ایک مڑے ہوئے تار کی مدد سے دروازے کا قفل کھولنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کی پتلون کی جیب میں پڑے ہوئے ہتھوڑے کا دستہ حمید کو صاف نظر آرہا تھا۔

''لاؤ...... مجھے دو...... میں کھول دوں۔'' حمید آگے کی طرف جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔

صوفیہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ پہلے تو اس کی آنکھیں خوفزدہ سی ہوگئیں پھر اس نے ایک جھینپا جھینپا سا قہقہہ لگایا۔

لیکن حمید کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔ اس نے اس طرح اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی جیسے خود بھی اس چوری میں شریک ہو۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر تار صوفیہ سے لیا اور قفل پر جھک پڑا۔ تھوڑی ہی جدوجہد کے بعد قفل کھل گیا۔ اب حمید نے دروازے کو دھکا دے کر کھولتے ہوئے اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

نہ جانے کیوں صوفیہ بھی سنجیدہ نظر آنے لگی، لیکن اسکی سنجیدگی میں حیرت بھی شامل تھی۔

''ایڈونچر......!'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

صوفیہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس کی نظریں جونکوں والے مرتبان کی طرف رینگ گئیں جو میز پر رکھا ہوا تھا۔

''پارٹنر......!'' حمید ایک گہری سانس لے کر شانے جھٹکتا ہوا بولا۔ ''ہم دونوں مل کر ایک رات میں سارے شہر کو لوٹ سکتے ہیں۔''

صوفیہ پھر ہنسنے لگی اور پھر اُس نے حمید کو باتوں میں الجھا کر جیب سے ہتھوڑا نکال لیا اور اسے اپنی پشت پر چھپائے ہوئے آہستہ آہستہ میز کی طرف کھسکنے لگی۔

''اوں ہوں...... دوست......'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''ٹھہرو......!''

اس نے نہایت آہستگی سے ہتھوڑا اس کے ہاتھ سے لے لیا اور توقع کے خلاف صوفیہ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔

''یہ جونکیں......!' حمید نے خوابناک انداز میں کہا۔ ''میرے لئے معزز ترین ہیں......

ادھر آؤ...... میں تمہیں ان سے ملاؤں۔"

حمید نے جیب سے ایک چھوٹی سی چمکدار چمٹی نکالی اور اس کی مدد سے ایک جونک نکال کر بولا۔"لیڈی چیڑلی......!"

پھر وہ ایک ایک جونک نکال کر میز پر ڈالتا اور کہتا گیا۔"مادام بواری، سی لوزٹیا، کلوپٹرا...... مادموزئیل دیراں......!"

"ہٹو......تم کتنے گندے آدمی ہو۔"صوفیہ نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"میں گندے کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہوں۔"حمید کراہ کر بولا۔"اور اس کی آواز بڑی دردناک ہوگئی۔ وہ اسے چند لمحے مغموم نظروں سے دیکھتا رہا پھر ایک سرد آہ کھینچ کر بولا۔"ان لوگوں نے مجھے پاگل بنا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ تم سارجنٹ حمید ہو آہ...... کیسا بدنصیب ہوں میں...... حالانکہ میری رعایا مجھے شہزادہ کم بخت عرف جادو کی بنسری کے نام سے پکارتی تھی۔ بُرا ہوا اس دن کا کہ براؤن پری مجھ پر عاشق ہوکر کوہ کاف اٹھالے گئی۔"

"کیا واقعی دماغ چل گیا ہے۔"صوفیہ حمید کو گھور کر بولی۔

لیکن حمید اس کی پرواہ کئے بغیر بکتا رہا۔"کوہ کاف پہنچ کر اصل حقیقت کھلی۔ معلوم ہوا کہ براؤن پری عاشق واشق کچھ بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مجھے جھانسہ دیا تھا۔ واقعہ یوں تھا کہ جب بھی براؤن پری انڈے دیتی تو بچے نکلنے سے پہلے ہی بلیو بلیک دیو ان کا آملیٹ یا مالیٹ بنا کر چٹ کر جاتا۔"

"براؤن پری......انڈے......بلیو بلیک دیو۔"صوفیہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"براؤن پری۔"حمید نے بکواس جاری رکھی۔"براؤن پری اس قدر تنگ آ گئی تھی کہ اس کی ساری فراکیں ڈھیلی ہوکر رہ گئی تھیں۔ آخر اس کی ملاقات ایک تھیٹریکل کمپنی کے منیجر سے ہوگئی۔ اس نامراد نے براؤن پری کو میرا پتہ بتا دیا اور کہا کہ میرے علاوہ اور کوئی بلیو بلیک دیو کو نہ مار سکے گا...... پس وہ Murderess of the World یعنی قتالہ عالم مجھے کوہ کاف اٹھالے گئی۔ قصہ کوتاہ مجھے بلیو بلیک دیو سے ایک خونریز جنگ کرنی پڑی اور میں نے اس کے

پیٹ میں اپنا فاؤنٹین پین گھونپ کر اس کا خاتمہ کردیا۔ جب براؤن پری کے انڈے محفوظ ہوگئے تو اس حیلہ جو بہانہ ساز نے مجھے اپنے اوپر عاشق کرانے سے صاف انکار کردیا۔ کہنے لگی کہ تجھے مس انڈر اسٹینڈ نگ ہوئی تھی۔ میں تو تمہارے والد پر عاشق ہوئی تھی۔ دھوکے میں تمہیں اٹھالائی، سن کر بڑا تاؤ آیا...... میں نے کہا تو اچھا اپنی صاحبزادی بلیک اینڈ وائٹ ہی پر عاشق ہونے کا موقع دو۔ وہ اس پر بھی رضا مند نہ ہوئی اور میرا تعارف ایک تحصیلدار کی لڑکی سے کرادیا۔''

صوفیہ ہنستی ہوئی ایک آرام کرسی میں ڈھیر ہوگئی۔

''ہیہات ہیہات......!'' حمید نے اپنا سر پیٹتے ہوئے اپنا بیان جاری رکھا۔ ''تحصیلدار کی لڑکی پہلے ہی سے براؤن پری کے بھتیجے سفید پرے پر عاشق تھی۔ سفید پرا جو دور سے کوئی امریکن اور قریب سے قلعی کیا ہوا مراد آبادی اگالدان معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں تحصیلدار کی لڑکی پر عاشق ہوا تو وہائٹ پرا مجھے اس قدر بور کرے گا کہ میں مرجاؤں گا......وہ کم بخت جس کا بھی دشمن ہوتا اسے اپنے فرضی معاشقوں کی اتنی داستانیں سناتا کہ وہ بیچارہ بور ہوکر یا تو خودکشی کرلیتا یا پھر شادیاں کرنا شروع کردیتا۔ بہرحال تحصیلدار کی لڑکی نے میرا تعارف اپنے سیاں سے کرادیا۔''

''اب تم مجھے بور کررہے ہو۔'' صوفیہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''یہ ابھی چچا ناصر کے ساتھ کون تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''کیوں......تم سے مطلب۔ خیر چھوڑو اسے......میں تم سے ایک سوال کرنا چاہوں گی۔''

''مگر وہ ارتھمیٹک کا نہ ہو۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''پچھلی رات بھاگنے والا کون تھا......؟''

''پتہ نہیں۔''

''گھر کے سب لوگ موجود تھے۔'' صوفیہ آہستہ سے بولی۔ ''کیا تم اب بھی گھر والوں میں سے کسی پر شبہ کرو گے۔''

''ہرگز نہیں......لیکن یہ صفدر یہاں کیوں آیا ہے۔''

''کون صفدر......!''

''وہی جو اس وقت ناصر صاحب کے ساتھ ہے۔''

''میں نہیں جانتی......انہیں سے پوچھو۔''

حمید چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔''ناصر صاحب تمہارے والد ہیں۔''

''کیوں؟......نہیں تو......میرے چچا ہیں۔ میرے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔''

''ان کا برتاؤ تمہارے ساتھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔''

صوفیہ کچھ نہ بولی۔ اُس نے خاموشی سے ہتھوڑا اٹھایا اور باہر چلی گئی۔

حمید بڑی دیر تک اس لڑکی کے متعلق سوچتا رہا۔

غالباً صفدر جا چکا تھا......حمید کمرہ مقفل کر کے پھر برآمدے میں آ گیا۔ فریدی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا......حمید کی گھٹن بڑھتی گئی۔ وہ پچھلی شام کو بھی کہیں باہر نہیں جا سکا تھا اور آج بھی نکل بھاگنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔

وہ بڑی بے دلی سے پائپ سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ کچھ دیر بعد ناصر شائد اسے تلاش ہی کرتا ہوا برآمدے کی طرف آ نکلا۔

''سنئے جناب۔'' وہ چند لمحے حمید کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔''آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ آپ میرے ملاقاتیوں کو روک کر ان سے گفتگو کریں۔''

''اتفاق سے وہ معزز آدمی میرا بھی ملاقاتی تھا۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگ کس چکر میں ہیں۔''

''یہ اور زیادہ خوشی کی بات ہے۔''

''ہماری سخت بے عزتی ہو رہی ہے۔'' ناصر جھنجھلا کر بولا۔

''یہ آپ اپنے بھائی صاحب سے کہئے جنہوں نے خواہ مخواہ اپنی دولت نہ صرف ہمارے

گلے لگادی بلکہ ہم پر چند جونکوں کی پرورش کا بھی بار ڈال دیا۔ ویسے ناصر صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مرحوم نے وصیت نامے میں جونکوں کو کیوں شامل کیا۔''

''میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ میں ان لغویات میں سر کھپاؤں۔''

ناصر نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

''کہیں یہ جونکیں ایک قسم کا استعارہ تو نہیں۔''

''کیا مطلب......!'' ناصر اُسے گھورنے لگا۔

''کچھ نہیں......ذرا اس وقت خیالات کچھ شاعرانہ ہو رہے ہیں۔''

ناصر اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا پھر گرج کر بولا۔ ''میں اب معاملے کو آگے بڑھاؤں گا۔''

''ضرور بڑھایئے...... مجھے وہ گندے کیڑے ذرہ برابر بھی پسند نہیں۔''

ناصر کچھ کہے بغیر پھر واپس چلا گیا۔ حمید نے بجھا ہوا پائپ سلگایا اور پھر ذہنی طور پر مکھیاں مارنے لگا۔ ایسے اکتا دینے والے کیس سے پہلے کبھی اس کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ پورچ میں ایک کار آ کر رکی اور اس پر سے ادھیڑ عمر کا ایک مہاجن قسم کا کھدر پوش اترا اور حمید کو یہ سوچ کر تعظیماً کھڑا ہو جانا پڑا کہ ممکن ہے کہ وہ کوئی بڑا لیڈر یا پارلیمنٹ کا ممبر ہو۔

''دانش صاحب ہیں۔'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''دانش صاحب۔'' حمید ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی دانش صاحب نہیں رہتے۔''

''کیا......!'' نووارد گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''کیا کہا آپ نے کوئی دانش نہیں۔''

''جی نہیں...... یہاں اس نام کا کوئی نہیں۔''

''دانش......ناصر صاحب کے لڑکے......سر مکھدوم کے بھتیجے۔''

''جی نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ناصر صاحب کے لڑکے کا نام دانش نہیں فرحان ہے۔''

''ارے...... ہی ہی...... وہ تو چھوٹا لڑکا ہے...... آپ ناصر صاحب سے کہلوادیں کہ سیٹھ ٹڈامل آیا ہے۔''

''تشریف رکھئے...... میں اطلاع کئے دیتا ہوں۔'' حمید نے کہا اور راہداری میں ہولیا۔

اُس کا ذہن ''دانش دانش'' کی گردان کررہا تھا۔ آخر یہ کون تھا اور کہاں تھا۔ ابھی تک انہیں کیوں نہ معلوم ہوسکا تھا کہ ناصر کا ایک لڑکا اور بھی ہے۔

وہ کہاں ہے؟

''دانش......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور سگار سلگا کر جلتے ہوئے سرے پر نظریں جمادیں۔

''آخر اس کا نام ابھی تک ہمیں کیوں نہیں معلوم تھا۔'' حمید بولا۔ وہ فریدی سے صفدر والا واقعہ بھی بیان کرچکا تھا فریدی چند لمحے سگار کے جلتے ہوئے سرے کو گھورتا رہا پھر بولا۔

''میں صبح سے اب تک دانش ہی کے متعلق چھان بین کررہا تھا۔''

''اور آپ نے مجھے پہلے نہیں بتایا۔''

''پہلے مجھے خود بھی نہیں معلوم تھا۔'' فریدی بولا۔ ''یہ تو تحقیقات کے دوران میں معلوم ہوا کہ ناصر کے کوئی لڑکا اور بھی ہے، جو واردات کی شام تک گھر میں دیکھا گیا تھا۔''

''اوہ......اور اس کے بعد سے......'' حمید آنکھیں نکال کر رہ گیا۔

''اتنی جلدی نتائج اخذ کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

''کیوں نہ ناصر کو ٹٹولا جائے۔''

''نہیں...... فی الحال اس کی ضرورت نہیں...... دانش کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک اوباش قسم کا آدمی ہے۔''

''لیکن آپ نے یہ ساری معلومات کہاں سے بہم پہنچائیں۔''

''پڑوسیوں سے۔''

''اور کچھ......!''

''اور ابھی کچھ بھی نہیں۔'' فریدی بجھا ہوا سگار ایک طرف اچھالتا ہوا بولا۔ ''اٹھو ہم ذرا صفدر کو دیکھیں گے۔''

''کیا میں بھی چلوں......!'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں......اب تم چل سکتے ہو۔''

''کیوں اب کیا خاص بات ہوگئی۔''

''فکر نہ کرو......جو کہوں وہ کرتے چلو۔''

''صوفیہ ان جونکوں کو ختم کردے گی۔''

''کیا تم انہیں بہت زیادہ اہمیت دیتے ہو۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''کیوں......کیا وصیت نامہ۔''

''چھوڑو......'' فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ''جونکیں اس کیس میں کسی اہم نکتے کی طرف اشارہ نہیں کرتیں۔''

''پھر آخر ان کا مصرف کیا ہے۔''

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ باہر آئے......فریدی نے گیراج سے کیڈی نکالی اور پھر وہ سڑک پر آگئے۔ کیڈی کا رخ شہر کی طرف تھا۔

''میں ان جونکوں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔'' حمید پائپ میں تمبا کو بھرتا ہوا بولا۔

''محض مذاق ...... یا پھر مخدوم کے اعزہ کے لئے ایک استعارہ۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا قاتل حقیقتاً اس کا کوئی عزیز ہی ہو۔''

''آپ نے کہا تھا کہ جونکوں کے مرجانے کے بعد وصیت نامہ ساقط ہوجائے گا۔''

''مجھے اب وصیت نامے سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی کیونکہ اب اس کا مطلب حل

ہو چکا ہے۔ اس وصیت نامے کی عدم موجودگی میں سرمخدوم کی موت اتفاقیہ سمجھی جاتی مگر اب ہمیں ایک قاتل کی تلاش ہے۔''

''اس کیس کا پیچیدہ ترین مسئلہ۔'' حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''سرمخدوم کا رویہ...... خطرہ پہلے سے لاحق ہونے کے باوجود بھی اس شخص نے چوہوں کی طرح جان دے دی۔''

''اوہ......تو آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ مرا ہی نہیں۔''

''لاش......ایک جلی ہوئی لاش......آؤٹ ہاؤز میں سرمخدوم کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا تھا۔''

''بہرحال یہ کیس مجھے ضرور پاگل بنادے گا۔'' حمید نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟''

''میں ان لوگوں کی تنفر آمیز نظریں نہیں برداشت کرسکتا۔''

فریدی کچھ نہ بولا......اور پھر راستے بھر اس کیس کے متعلق کوئی گفتگو نہ ہوئی۔

شہر پہنچ کر فریدی نے کیڈی صفدر کے ہوٹل کے سامنے روک دی۔ یہ ہوٹل کچھ اس قسم کا تھا کہ اگر اس کے ساتھ بار بھی نہ ہوتی تو لوگ اسے قابل اعتنا بھی نہ سمجھتے اور ویسے تو اس کی گہرائیوں کے واقف کار شہر کے بہت بڑے بڑے لوگ تھے، درپردہ یہاں ایک بہت بڑا قمار خانہ تھا......اور شہر کے بہتیرے دولت مند یہاں جوا کھیلتے تھے۔

صفدر انہیں کاؤنٹر ہی پر مل گیا...... اور اس نے انہیں دیکھ کر بہت بُرا منہ بنایا۔ صفدر پولیس یا محکمہ سراغ رسانی کے آفیسروں سے ذرہ برابر بھی مرعوب نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کے رویوں کی پہنچ دور دور تک تھی۔ حمید کو صفدر کے اس رویے پر بڑا تاؤ آیا لیکن فریدی نے اپنی ظاہری حالت میں بالکل فرق نہ آنے دیا۔

''کیا تم دانش سے واقف ہو۔'' فریدی نے صفدر سے پوچھا۔

''میں کسی دانش وانش کو نہیں جانتا اور نہ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ آپ جیسے بزرگ لوگ یہاں آنے کی تکلیف اٹھائیں۔''

''آج غلطی ہوئی آئندہ بلوائیں گے۔'' حمید جھلا کر بولا۔

''کیا آپ نے مجھے بھی کسی بنئے ونئے کا لونڈا سمجھا ہے۔''

''کیا تم سر مخدوم کے بھتیجے دانش کو نہیں جانتے۔'' فریدی نے پھر پوچھا۔

''نہیں......!''

''اور نہ اس سے کبھی تمہارا لین دین رہا ہے۔''

''کیوں......نہیں......میں اسے جانتا ہی نہیں۔''

''کیا تم دو گواہوں کے سامنے یہی جملہ دہرا سکو گے یا اسے بھی چھوڑو! مجھے لکھ کر دے دو کہ دانش سے تمہارا کبھی کوئی لین دین نہیں رہا۔''

''میں کیوں لکھ کر دے دوں۔''

''حرج ہی کیا ہے......جب تم اسے نہیں جانتے۔''

''دیکھئے جناب میرے پاس بیکار وقت نہیں ہے۔''

''خیر......!'' فریدی لاپروائی سے بولا۔ ''لیکن تمہیں دانش سے حبہ بھی وصول ہو جانے کی توقع نہ رکھنی چاہئے۔''

''نہ جانے آپ کیا......!''

فریدی اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر واپس جانے کے لئے مڑا۔

''ٹھہریئے......!'' صفدر مضطربانہ انداز میں بولا۔

''فریدی رک گیا......لیکن اس کی طرف مڑا نہیں۔''

''آپ لین دین کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہیں۔''

''یونہی تفریحاً......!'' فریدی اس طرف مڑ کر مسکرایا۔

''میں سمجھ گیا......!'' صفدر آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر یک بیک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے دانت پیس کر کہا۔ ''ناصر دو رخی چل رہا ہے۔''

''نہیں اتفاق سے اس بیچارے کا کوئی رخ ہی نہیں رہ گیا۔'' فریدی نے سرد لہجے میں

کہا۔ ''سارجنٹ حمید سے ٹکرانے کے بعد اُس نے یقیناً تمہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی ہوگی۔ لیکن اصل حقیقت سے دور ہی رکھا ہوا۔ تم سمجھتے ہوگے شائد ناصر نے ہم لوگوں کو محض تمہاری وجہ سے مدعو کیا ہے۔''

صفدر اُسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''پھر کیا بات تھی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''تم نے سرجنٹ حمید سے کہا تھا کہ تم نے اپنی مضبوطی پہلے ہی کر لی تھی۔ یعنی غالباً تم نے دانش سے پرونوٹ لکھوالیا تھا...... مگر اب پرونوٹ بھی تمہیں تمہاری رقم واپس نہ دلا سکے گا۔''

''کیوں......؟'' صفدر غرا کر بولا۔

''کیونکہ سر مخدوم کی جائیداد کا مالک میں ہوں...... اس کے اعزہ نہیں...... وہ بھی اب میرے ہی رحم و کرم پر ہیں۔''

''نہ جانے آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں۔'' صفدر بیساختہ ہنس پڑا۔

''ناصر سے پوچھ لو۔'' فریدی نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ گیا جہنم میں...... میں اُسے دیکھ لوں گا۔''

''ضرور دیکھ لینا...... لیکن رقم وصول نہ ہو سکے گی...... کتنے روپے تھے۔''

''پندرہ ہزار...... میں نے پرونوٹ لکھوالیا تھا۔ ایک ماہ گذرا اس کی مدت پوری ہو چکی ہے اور اب میں دعویٰ دائر کر سکتا ہوں۔''

''کیا فائدہ...... دانش کی طرف سے مفلسی کی عذر داری ہو جائے اور پھر اگر وہ جیل بھی گیا تو اس کے اخراجات تمہارے ذمہ......!''

''آخر کیوں...... کیا اب سر مخدوم کی جائیداد کا مالک ناصر نہیں۔''

''ہرگز نہیں...... کہہ تو دیا کہ میں جب چاہوں اسے کوٹھی سے بھی نکال سکتا ہوں۔''

''میں نہیں سمجھ سکتا''

''سر مخدوم کی وصیت...... جس کی رو سے میں ان کی جائیداد کا مالک ہوں۔''

''سر مخدوم آپ کے کون تھے۔''

''کوئی بھی نہیں۔''

صفدر نے جھلا کر فون کا ریسیور اٹھایا اور شاید ناصر کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ پھر اس نے ماؤتھ پیس میں ناصر ہی کو مخاطب کیا۔ وہ اُس سے فریدی کی کہی ہوئی بات کے متعلق پوچھ رہا تھا...... پھر وہ ماؤتھ پیس کو ہتھیلی سے بند کر کے فریدی کی طرف مڑا۔

''ناصر تو اس سے انکار کرتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ...... اب اس سے کہو کہ تمہیں یہ اطلاع بیرسٹر جعفری سے ملی ہے۔'' فریدی نے کہا۔

صفدر نے ماؤتھ پیس میں فریدی کا جملہ دہرایا...... اور پھر وہ اس کے بعد ''ہیلو ہیلو'' ہی کرتا رہ گیا۔ آخر اس نے جھلا کر ریسیور کو اسٹینڈ پر پٹخ دیا......

''کیوں کیا ہوا......؟'' فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

''سالے نے ایک گندی سی گالی دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔'' صفدر ہانپتا ہوا بولا۔

''مجھے یا تمہیں......!'' فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

''پتہ نہیں۔'' صفدر بیزاری سے بولا۔ ''خیر میں سالے سے سمجھ لوں گا۔''

''سالے سے سمجھنا بہت مشکل ہے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''تو آپ بتائیے نا کہ آپ کس طرح سر مخدوم کی جائیداد کے مالک ہو سکتے ہیں۔'' صفدر جھنجھلا کر بولا۔

''سر مخدوم کی وصیت کے مطابق۔''

''اوہ...... جب آپ سر مخدوم کے کوئی نہیں تو سر مخدوم کو پاگل بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔''

''کون کرے گا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''ناصر......!''

''ہرگز نہیں کر سکتا...... اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے ہتھکڑیاں لگ جائیں گی۔''

''کیوں......؟''

''جب سر مخدوم پاگل تھے تو انہیں آتش بازی کے ذخیرے کے ساتھ مہمان خانے میں تنہا کیوں چھوڑا گیا۔''

صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تو پھر میرا روپیہ ڈوب گیا۔'' صفدر آہستہ سے بولا۔

''نہیں یہ بھی ضروری نہیں...... بعض حالات میں تمہارا روپیہ واپس بھی ہو سکتا ہے۔''

''وہ حالات کیا ہوں گے۔''

''دانش کے متعلق میرے لئے صحیح معلومات بہم پہنچاؤ''

''کس قسم کی معلومات......!''

''یہی کہ دانش اس وقت کہاں ہے۔''

''بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں...... وہ تو مجھے اسی شام کو دکھائی دیا جس رات کو کوٹھی کے آؤٹ ہاؤز میں آگ لگی تھی۔''

''اوہ......تو وہ اس شام کو دکھائی دیا تھا۔''

''جی ہاں......اور اس کے بعد سے آج تک میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ ٹھیک یاد آیا......اب تو میں ان سالوں کو پھانسی کے تختے پر ہی دیکھنا پسند کروں گا۔ ناصر سے آج میں نے دانش کے متعلق پوچھا تھا جس پر اس نے بتایا کہ وہ ایک ماہ قبل کہیں باہر گیا تھا اور اب تک واپس نہیں آیا حالانکہ یہ بکواس ہے۔ میں نے حادثے کی شام کو اُسے دیکھا تھا۔ اس نے یہیں شراب پی تھی۔''

''تو تم نے ناصر سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔''

''کیا تھا......لیکن اس نے جواب دیا کہ دانش ایک ماہ سے گھر نہیں آیا۔''

''ہوں......!'' فریدی نے حمید کیطرف دیکھ کر کہا۔ ''صفدر نے اب سچ بولنا شروع کیا ہے۔''

''پندرہ ہزار کم نہیں ہوتے۔'' صفدر فریدی کو گھور کر بولا۔ ''میرے پاس پرونوٹ......!''

''ٹھیک ہے! اور وقت آنے پر تمہاری پائی پائی ادا ہو جائے گی۔ ویسے کیا تم مجھے وہ

جگہیں بتا سکتے ہو جہاں دانش کے ملنے کے امکانات ہوں۔''

''کیوں......!'' صفدر چونک کر بولا۔ ''آخر آپ کو دانش کی تلاش کیوں ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ سرمخدوم کی موت اتفاقیہ نہیں تھی۔''

''ہام......!'' صفدر اپنی بائیں آنکھ بند کر کے داہنا گال کھجانے لگا۔

''تب تو پھر یہ حرکت دانش ہی نے کی ہوگی۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا۔

''کیوں......؟''

''ٹھہریئے بتاتا ہوں......'' صفدر نے کہا اور گھنٹی کا بٹن دبانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بھاگتا ہوا کاؤنٹر کی طرف آیا۔

''جگلدل کو بھیجو......!'' صفدر نے اس سے کہا اور وہ آدمی الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

تین منٹ بعد ایک نوجوان اور گرانڈیل آدمی کاؤنٹر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

ظاہری حالت ہی سے خاصا بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔

''پچھلی بار تم سے اور دانش سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔'' صفدر نے اس سے پوچھا۔

آنے والے نے متجسس نظروں سے فریدی اور حمید کی طرف دیکھا اور اپنی داہنی ران کھجانے لگا۔

''بتاؤ......کیا باتیں ہوئی تھیں۔'' صفدر نے دوبارہ پوچھا۔

''ارے ژناب دانس صاحب مسکھری کرتا تھا۔''

''بتاؤ نا......!'' صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

وہ کچھ دیر چپ رہا پھر بولا۔ ''دانس صاحب بولا تھا...... ہمارے چاچا کو ٹخ کرو تو دس ہجار روپیہ دوں گا۔''

''ٹخ......!'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''ہاں ہاں......ٹخ......!'' اس نے اپنی گردن پر انگلی پھیر کر کہا۔

''مراد قتل ہے۔'' صفدر مسکرا کر بولا۔

''پھر تم نے کیا کیا......!'' فریدی نے پوچھا۔

''ہم کیا بولتا صاحب......دانس صاحب نسے میں تھا......!''

''تم نے کچھ کہا ہی نہیں۔''

''صاحب ہم بھی مسکھری کیا۔ ہم بولا پہلے دس ہزار دلواؤ......پھر دانس صاحب ہم کو ایک چھرا دکھایا۔ بولا وہ کھد اپنے چاچا کو کھتم کرے گا۔ ہم بولا...... چھرا مارنے کو جور چاہئے......تاکت چاہئے......دانس صاحب بولا وہ اپنے چاچا کے گھر آگ لگادے گا۔''

''تم جانتے ہو آج کل دانش کہاں ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں ژناب......!''

کھڑکی سے زمین تک

صفدر کے ہوٹل سے نکل کر وہ سیٹھ ٹڈامل کے یہاں پہنچے۔ لیکن دانش کا سراغ وہاں بھی نہ مل سکا۔ البتہ اتنا ضرور ہو گیا کہ دانش نے پرونوٹ پر آٹھ ہزار روپے اس سے بھی لئے تھے۔

واپسی پر حمید نے کہا۔ ''آخر یہ لوگ کتنے گدھے ہیں کہ انہوں نے کسی ضمانت کے بغیر اُسے روپے دے دیئے تھے۔''

''ضمانت کے لئے محض اتنا ہی کافی تھا کہ وہ سر مخدوم کا بھتیجا ہے اور سر مخدوم کے کوئی اولاد نہیں۔'' فریدی بولا۔

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ سر مخدوم نے پہلے بھی کبھی ان لوگوں کے قرض ادا کئے ہوں گے۔''

''ہوسکتا ہے۔''

''لیکن دانش غائب ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ پولیس اسے اتفاقیہ حادثہ قرار دے چکی تھی۔''

''جگدل کا بیان یاد کرو......'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اس نے اس سے اپنے چچا کی

متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا کیا وہ اس کے پھنسا دینے کے لئے کافی نہیں۔"

"تو پھر......پچھلی رات والا پراسرار آدمی دانش ہی تھا۔"

"ممکن ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ جنگل ہی میں چھپا ہو۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر سر مخدوم کی کوٹھی واپس آ گئے۔ لیکن فریدی کیڈی اندر نہیں لے گیا۔

"پھاٹک کے چوکیدار کو یہاں بلاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

اس نے کیڈی باہر ہی چہار دیواری کے نیچے روک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد حمید چوکیدار کو ساتھ لئے ہوئے واپس آ گیا۔

فریدی چند لمحے چوکیدار کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم جانتے ہو کہ ہم لوگ پولیس کے آدمی ہیں۔"

"جی......ہجور......!"

"جس رات آگ لگی تھی تم کہاں تھے؟"

"یہیں پھاٹک پر......!"

"تم نے آگ لگتے تو دیکھا ہی ہوگا۔"

"نہیں سرکار......میں سو رہا تھا۔"

"تو تمہیں پھاٹک پر سونے کی تنخواہ ملتی ہے۔"

"رات کو جاگ کر میں نے کبھی پہرا نہیں دیا۔ بڑے صاحب کہتے تھے اس کے لئے کتے ہی کافی ہیں۔"

"تم کس وقت سوئے تھے۔"

"سائت ایک بجے۔"

"اس سے پہلے کوئی باہر سے آیا تھا۔"

"ج......جی......نہیں۔"

"گھر کا کوئی آدمی۔"

''نہیں سرکار۔''

''جھوٹ بولتے ہو۔''

''مم......نہیں ہجور......!''

''اسے لے جا کر بند کر دو۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

دربان گڑگڑانے لگا۔

''اگر تم میری باتوں کا صحیح جواب دو گے تو کئی مصیبتوں سے بچ جاؤ گے۔ پولیس والے بہت مارتے ہیں۔'' فریدی بولا۔

دربان تھوڑی دیر تک کچھ نہ بولا۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''دانش میاں آئے تھے۔''

''لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے تم چھپاؤ......!'' فریدی اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''مجھے منع کر دیا گیا تھا۔''

''کس نے منع کیا تھا۔''

''ناصر میاں نے۔''

''کیا کہا تھا......!''

''یہی کہ میں دانش میاں کے رات گئے آنے کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔''

''یہ انہوں نے تم سے کب کہا تھا۔''

''آگ لگنے کے دوسرے دن۔''

''دانش موجود تھا۔''

''نہیں وہ نہیں تھا۔''

''جب آگ بجھانے کی کوشش کی جا رہی تھی اس وقت دانش موجود تھا۔''

''پتہ نہیں! میں نے نہیں دیکھا۔''

''اس کے بعد سے کبھی دانش دکھائی دیا تھا۔''

''نہیں ہجور......!''

''دانش اس رات نشے میں تھا۔''

''جی ہاں...... بری ترا ں......!'' دربان بولا۔ ''میں نے ان سے کہا پہنچا دوں...... لیکن انہوں نے مجھے گالیاں دیں اور چھرا دکھایا۔''

''چھرا دکھایا......؟'' فریدی نے دہرایا۔

''جی ہاں سرکار...... میں چپ چاپ لیٹ گیا۔''

''کیا اس سے پہلے بھی کبھی چھرا دکھایا تھا۔''

''کبھی نہیں۔''

''اچھا جاؤ......!'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''لیکن اس کا تذکرہ ناصر یا کسی اور سے ہرگز نہ کرنا۔''

''اچھا صاحب۔'' دربان سلام کر کے چلا گیا۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ فریدی کیڈی کو اسٹارٹ کر کے کمپاؤنڈ میں لایا۔

''سنو حمید......!'' اس نے کہا۔ ''اب صرف اسی لڑکی سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔''

''صوفیہ سے۔''

''ہاں...... کیا تم ایسا کر سکو گے۔''

''بہت چالاک ہے۔''

''تم تو عورتوں کی نبض شناسی کے ماہر ہو۔''

''لیکن وہ خود کو عورت سمجھتی ہی نہیں۔ میں نے اب تک اسے غرارے یا ساڑی میں نہیں دیکھا۔ ہر بات میں مردوں کی نقل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔''

''آج شام کو اُسے کہیں باہر لے جاؤ۔''

''یہ آپ کیا فرما رہے ہیں...... یور ہارڈنس......!''

''میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ آپ اس سے عشق لڑائیں۔'' فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ میرے ساتھ چلی ہی جائے۔''

''کوشش کرو...... یہاں تو میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ناصر ہر وقت اس کے سر پر سوار رہتا ہے۔''

''میں نے بھی محسوس کیا ہے کہ ناصر کا برتاؤ اس کے ساتھ اچھا نہیں۔''

پھر وہ دونوں اپنے کمروں میں چلے گئے۔ لیکن حمید زیادہ دیر تک کمرے میں نہ رہ سکا۔ اس نے صوفیہ کی تلاش شروع کر دی۔ بڑی دیر تک کئی راہداریوں کی خاک چھانتا رہا لیکن وہ کہیں نہ ملی۔ ایک جگہ ناصر کی دونوں لڑکیوں سعیدہ اور نکہت سے مڈبھیر ہوگئی۔ دونوں نے عجیب انداز میں اس کی مزاج پرسی کی۔ اس سے پہلے حمید نے ان کی آنکھوں میں صرف نفرت ہی دیکھی تھی۔ مگر اس وقت وہ دونوں ہی اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ نظر آ رہی تھیں۔

''کیا پہلے آپ فلموں میں کام کرتے تھے۔'' سعیدہ نے پوچھا۔

''فلموں میں......!'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''نہیں تو۔''

''واہ......ہم نے تو آپ کو بیجو باورا میں دیکھا تھا۔'' نکہت چہک کر بولی۔

''بیجو باورا......!'' حمید نے احمقوں کی طرح پلکیں جھپکائیں۔

''آپ اپنا تانپورہ کیوں نہیں لائے۔'' سعیدہ نے کہا۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے......!'' حمید بوکھلا کر بولا۔

''ہم سمجھتے ہیں......!'' دونوں بیک وقت ہنسنے لگیں۔

حمید اور زیادہ بوکھلا گیا۔ وہ دراصل اب تک دونوں کو احمق سمجھ کر نظر انداز کرتا رہا تھا۔ مگر وہ دونوں اچانک اُسے گھنسے پر آمادہ ہوگئی تھیں اور حملہ کچھ اس بے ساختگی کے ساتھ ہوا تھا کہ حمید کو پگڑی سنبھالنی دشوار ہوگئی۔ حالانکہ اگر اس کے سر پر سچ مچ پگڑی ہوتی تو وہ اُسے قابل اعتنا ہی نہ سمجھتیں۔

''گانا تو آپ کو سنانا ہی پڑے گا۔'' نکہت بولی۔

اور پھر حمید کو سچ مچ ایسا ہی محسوس ہونے لگا جیسے اس کی شکل پکا گانا گاتے وقت بگڑ گئی

ہو۔قریب تھا کہ وہ بوکھلا کر ہکلانا شروع کر دے اس نے خود کو سنبھال لیا۔

''کیا سنئے گا......!'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جئے جئے ونتی۔'' نکہت بولی۔

''نہیں...... گوجری ٹوری۔'' سعیدہ نے کہا۔

''فی الحال جھاپ کا خیال سنئے۔'' حمید داہنے کان پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔''صوفیہ صاحبہ کو بھی بلا لیجئے۔''

''صوفی صاحب کہئے۔'' سعیدہ نے تنفر آمیز لہجے میں کہا۔''وہ کسی درخت پر چڑھی گلہریاں پکڑ رہی ہوگی۔''

''تو چلئے اسی درخت کے نیچے سہی۔''

''یہیں سنیں گے۔'' نکہت نے کہا۔

''پاگل ہوئی ہے۔'' سعیدہ بولی۔''ڈیڈی دھر پت الاپنا شروع کر دیں گے۔''

وہ عقبی پارک کے ایک درخت کے سائے میں آبیٹھے۔ دن ڈھل رہا تھا اور دھوپ میں اب زیادہ تمازت نہیں رہ گئی تھی۔

حمید نے چاروں طرف متجسس نظروں سے دیکھا مگر صوفیہ یہاں بھی کہیں نہ دکھائی دی۔

''چلئے دیپک سنائیے۔'' نکہت نے کہا۔

''دیپک......!'' حمید مسکرا کر بولا۔''آپ میں سے کسی کو میگھ ملہار آتی ہے۔''

''کیا واقعی دیپک راگ سے چراغ جل اٹھتے تھے۔'' سعیدہ نے پوچھا۔

''بالکل......'' حمید سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔''محض اسی لئے ایک بار تان سین کو دہلی ریڈیو اسٹیشن میں ملازمت کرنی پڑی تھی۔''

''کیوں...... دہلی ریڈیو......!'' سعیدہ ہنسنے لگی۔

''جی ہاں...... ہوا یہ کہ ایک بار بیربل کی حماقت سے دیا سلائیوں کی امپورٹ بند ہوگئی۔ سارے ملک میں اندھیرا چھا گیا۔ تب اکبر بادشاہ نے تان سین کو ریڈیو اسٹیشن میں ملازمت

دلوادی۔ سانجھ بھئے وہ دیپک براڈ کاسٹ کرتا تھا اور ملک کے چراغ روشن ہو جاتے تھے۔''

''تو وہ غریب بھی روز ہی جل بھن جاتا رہا ہوگا۔''

''قطعی نہیں! وہ ایک ریفریجریٹر میں بیٹھ کر گایا کرتا تھا۔''

دونوں نے قہقہہ لگایا۔ پھر نکہت بولی۔ ''آج کل کسی کو دیپک اور ملہار کیوں نہیں آتے۔''

''بجلی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی بناء پر۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''تان سین زندہ ہوتا تو اسے کسی پاور ہاؤز میں قلی گیری کرنی پڑتی۔ رہا ملہار کا قصہ تو وہ صرف مینڈکوں کو پسند آیا تھا۔ مینڈک ہی آج بھی ملہار گاتے ہیں اور جب گاتے ہیں تو پانی ضرور برستا ہے۔ اس زمانے میں تان سین کو محکمہ موسمیات میں ضرور نوکری مل جاتی۔''

''آپ باتوں میں ٹالیں گے سنائیں گے نہیں۔'' سعیدہ نے کہا۔

''آؤٹ ہاؤز میں آگ لگی ہوگی تو بڑا زوردار دھماکہ ہوا ہوگا۔'' حمید بولا۔

''پتہ نہیں......!'' سعیدہ دفعتاً مغموم ہو کر بولی۔ ''ہم سو رہے تھے۔''

نکہت بھی اداس نظر آنے لگی۔

''بڑا عبرت ناک منظر ہوگا۔''

وہ دونوں خاموش رہیں۔ پھر نکہت اٹھتی ہوئی بولی۔

''ہم نے ابھی چائے نہیں پی۔''

اس کے اٹھتے ہی سعیدہ بھی کھڑی ہوگئی۔

''ہائیں......تو کیا اب میں ان درختوں کو سناؤں گا۔ بھائی دانش میرے بڑے قدرداں ں۔ مگر افسوس کہ وہ موجود نہیں۔''

''کک......کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔'' سعیدہ حمید کو گھور کر بولی۔

''جاننے کی ایک ہی کہی......ارے ہم دونوں گہرے دوست ہیں۔''

''تب تو آپ بھی انہیں کی طرح آوارہ ہوں گے۔'' نکہت ناک پر شکنیں ڈال کر بولی۔

''آوارہ......!'' حمید حیرت سے بولا۔

''جی نہیں بہت شریف۔'' نکہت نے طنزاً کہا۔''اتنے شریف کہ ایک ماہ سے گھر والوں کو ان کی شکل نہیں دکھائی دی۔''

''حیرت ہے۔'' حمید نے کہا۔''میرا خیال ہے کہ وہ شہر ہی میں ہیں۔ شائد چودہ پندرہ دن قبل ملاقات بھی ہوئی تھی۔''

''شہر ہی میں ہیں۔'' سعیدہ نے حیرت سے کہا۔

''میں پندرہ دن قبل کی بات کرر ہا ہوں۔''

''وہ ایک ماہ سے گھر نہیں آئے۔'' نکہت بولی۔''سنا ہے اب شراب بھی پینے لگے ہیں۔''

''اب کیا.....وہ پہلے بھی پیتے تھے۔'' حمید نے کہا۔

''ہم لوگوں کو نہیں معلوم تھا۔''

''لیکن میں انہیں راہ راست پر لاسکتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''وہ کس طرح۔''

''آپ مجھے بتایئے کہ وہ کہاں مل سکیں گے۔ میں آج ہی انہیں پکڑ لاؤں۔''

''یہی معلوم ہوتا تو ڈیڈی ہی نہ پکڑ لاتے۔'' نکہت بولی۔''آپ تو ان کے دوست ہی ہیں۔ آپ سے کیا پردہ۔ وہ بیس بائیس ہزار روپے کے مقروض ہو گئے ہیں اور قرض بھی بڑے آدمیوں کا ہے۔ آج ہی شہر کا ایک مشہور بدمعاش صفدر تقاضے کے لئے آیا تھا.....میرا خیال ہے کہ وہ قرض خواہوں کی وجہ سے کہیں چھپ گئے ہیں۔''

''اوہ..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ قرض دار بھی ہیں۔'' حمید نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا یہ دونوں لڑکیاں جان بوجھ کر اُسے گمراہ کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔ حمید سوچتا رہا اور وہ دونوں چلی گئیں۔

دھوپ عمارت کی دیواروں پر چڑھنے لگی تھی۔

حمید اٹھ کر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا عمارت کے داہنے بازو کی طرف آیا۔ وہ یونہی بغیر مقصد ادھر نکل آیا تھا اور بالکل دیوار کے نیچے چل رہا تھا۔ دفعتاً کوئی چیز اس کے سر پر گری اور پھسلتی

ہوئی نیچے چلی آئی۔ حمید کا سر بیساختہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ رسی اوپری منزل کی ایک کھڑکی سے پھینکی گئی تھی۔ کھڑکی میں ایک چہرہ دکھائی دیا۔ وہ صوفیہ تھی جیسے ہی اس کی نظر حمید پر پڑی اس نے رسی کو اوپر کھینچ کر کھڑکی بند کر لی۔

حمید پہلے تو یہ سمجھا کہ شائد صوفیہ بھی اسے چھیڑ رہی ہے لیکن پھر اسے اپنا خیال تبدیل کر دینا پڑا۔ کیونکہ اوپر سے پھینکی گئی رسی حقیقتاً رسی نہیں تھی بلکہ نواڑ کو بٹ کر اسے رسی کی شکل دی گئی تھی اور پھر ایک، دوسرے ہی خیال نے اس کے ذہن میں سر ابھارا...... وہ تیزی سے چلتا ہوا عمارت کے سرے تک آیا اور پھر دونوں سے مہندی کی باڑھ کی اوٹ پکڑ کر دوبارہ اسی کھڑکی کی طرف چلنے لگا۔ اس طرف مہندی کی باڑھ شائد عرصہ سے بے مرمت پڑی ہوئی تھی اس لئے حمید کو دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کھڑکی پھر کھلی۔ صوفیہ نے آدھے دھڑ سے باہر لٹک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر اس نے رسی نیچے پھینک دی۔

پھر حمید نے جو دیکھا وہ اس کے لئے حیرت انگیز بھی تھا اور وحشت ناک بھی۔ کھڑکی زمین سے پچیس یا تیس فٹ بلند تھی اور صوفیہ اس رسی کے سہارے دیوار سے دونوں پیر لگائے انتہائی بے خوفی سے نیچے اتر رہی تھی جیسے وہ اس کے لئے ایک معمولی کی تفریح ہو۔ اسے زمین تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

حمید نے ایک بار پھر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

صوفیہ گیراج سے سرخ رنگ کی ٹوسیٹر نکال چکی تھی وہ اسے کافی تیز رفتاری سے چلاتی ہوئی پھاٹک سے گذر گئی۔

فریدی کی کیڈی دوپہر سے اب تک پورچ ہی میں کھڑی رہی تھی۔ حمید کو اُس تک پہنچنے کے لئے کافی تیز دوڑنا پڑا...... اتفاق سے وہاں اور کوئی موجود نہیں تھا...... ورنہ وہ اس کی اس حرکت کو پاگل پن پر محمول کرتا۔

سڑک پر آ کر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ لیکن سرخ رنگ کی ٹوسیٹر کا نشان نہ ملا۔ جس رفتار سے صوفیہ اسے باہر لائی تھی اگر وہی رفتار سڑک پر بھی برقرار رکھی ہوگی تب بھی وہ نہ جانے کہاں پہنچی ہوگی۔

حمید نے گیئر بدلے اور کیڈی فرانٹے بھرنے لگی۔ دھندلکا پھیلنے لگا تھا لیکن ابھی اتنی روشنی باقی تھی کہ وہ سرخ رنگ کی ٹوسیٹر کو دور ہی سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ برابر رفتار تیز کرتا رہا۔

آخر شہر پہنچتے پہنچتے اس نے سرخ رنگ کی ٹوسیٹر کو جا ہی لیا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔

ایک جگہ صوفیہ کی گاڑی رک گئی۔ حمید نے صوفیہ کو اتر کر ملبوسات کی ایک بڑی دکان میں گھستے دیکھا۔ وہ اپنی کیڈی کو بیک کر کے ایک گلی میں لایا اور انجن بند کر کے اس نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔

ٹوسیٹر اب بھی وہیں کھڑی تھی جہاں چھوڑی گئی تھی۔ حمید سڑک کے دوسرے کنارے سے ملبوسات کی دوکان کی نگرانی کرتا رہا۔ شائد بیس منٹ بعد صوفیہ برآمد ہوئی اور حمید کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ اس کے جسم پر اب قمیض اور پتلون کی بجائے ایک نہایت نفیس قسم کی ساری تھی اور اس نے اپنی داہنی بغل میں ایک چھوٹا سا بنڈل دبا رکھا تھا۔ وہ دوکان سے نکل کر فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ حمید کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ کچھ دور چل کر صوفیہ پھر ایک دوکان میں گھس گئی جہاں چمڑے کا سامان فروخت ہوتا تھا۔ حمید کو بھی رک جانا پڑا لیکن اس بار بھی وہ دوکان کے اندر نہیں گیا۔

صوفیہ تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں چمڑے کا ایک سوٹ کیس لٹکائے ہوئے باہر نکلی۔ لیکن یہ

بات اتنی حیرت انگیز نہیں تھی جتنی کہ اس کی دوسری حرکت ہوسکتی تھی۔ اس نے ایک گذرتی ہوئی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔

پھر حمید نے بڑی تیزی سے سڑک پار کی اور اس گلی میں پہنچا جہاں اس نے کیڈی کھڑی کی تھی۔ دوسرے لمحے کیڈی بھی سڑک پر تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر اس نے اپنی کار کی موجودگی میں ٹیکسی کیوں کی؟ کیا وہ سچ مچ فرار ہورہی ہے۔ آخر کیوں؟ کیا اس کا بھی اس کیس سے تعلق ہے......کوئی ایسا تعلق جس کی بناء پر اُسے فرار ہونا پڑے۔ پھر اس کے خیالات کی رو فرار کے طریقے کی طرف بہک گئی۔ آخر اس طرح فرار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک پچیس فٹ بلند کھڑکی سے بٹی ہوئی نواڑ کے ذریعہ چوروں کی طرح اترنا......اور پھر گیراج میں داخل ہوکر علی الاعلان کار نکالنا جیسے اس کے بعد اسے دیکھ لئے جانے کی پرواہ نہیں تھی......اور اب وہ اس کار کو بھی سڑک کے کنارے اس طرح چھوڑ کر فرار ہورہی تھی جیسے وہ کار چوری کی رہی ہو۔

صوفیہ کی ٹیکسی شیبان کی کمپاؤنڈ میں داخل ہورہی تھی۔ یہ متوسط درجے کا ایک اقامتی ہوٹل تھا۔ پورچ میں کھڑے ہوئے ایک پورٹر نے صوفیہ کا سوٹ کیس اٹھایا اور اندر جانے کے لئے اس کی رہنمائی کرنے لگا۔

حمید نے بھی کمپاؤنڈ ہی میں کیڈی روک دی تھی۔ لیکن اندر ہی بیٹھا اسے پورٹر کے ساتھ جاتے دیکھتا رہا۔

یقیناً وہ یہاں قیام ہی کرنے کے لئے آئی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید ہوٹل کے منیجر کے کمرے میں تھا۔ اس نے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر منیجر کے سامنے رکھ دیا۔

''اوہ......فرمایئے۔'' منیجر کچھ مضطرب سا نظر آنے لگا۔

''تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔'' حمید بولا۔ ''پرسوں سے کل تک کے قیام کرنے والوں کے دستخط دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''کوئی خاص بات۔''

''جی ہاں...... ہمیں ایک مشتبہ آدمی کی تلاش ہے جو شہر کے کسی ہوٹل میں مقیم ہے۔''

منیجر نے رجسٹر اس کی طرف بڑھا دیا۔ رجسٹر کھلا ہوا تھا۔ شاید وہ صوفیہ کے دستخط کرنے کے بعد سے اب تک بند نہیں کیا گیا تھا۔ حمید کی نظر سب سے پہلے آج کے آخری نام پر پڑی جو صوفیہ کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کی بعد سے اب تک اور کوئی قیام کرنے والا آیا ہی نہیں تھا۔

صوفیہ نے اپنا نام مسز آشا ورما لکھا تھا اور دستخط بھی اس نام کے کئے تھے۔ حمید نے جلدی سے وہ صفحہ الٹ کر دو دن قبل کی آمد و رفت کا صفحہ کھولا۔ اس کا مقصد تو حل ہو ہی چکا تھا اب اُسے صرف منیجر کو دکھانے کے لئے پچھلے ناموں پر نظر ڈالنی پڑی تھی۔

''شکریہ......!'' حمید نے تھوڑی دیر بعد رجسٹر بند کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مل گیا......!'' منیجر نے پوچھا۔

''نہیں...... یہاں نہیں ہے۔''

پھر منیجر کے چہرے سے فکر کے بادل چھٹ گئے اور اس نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اسے رخصت کیا۔

حمید نے باہر آ کر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کا رخ کیا۔ اسے توقع تھی کہ فریدی [illegible] کی کوٹھی ہی میں ہوگا۔ کیونکہ [illegible] چلا آیا تھا اور اس طرف [illegible] کی اطلاع [illegible] باقی [illegible] اس نے نمبر ڈائل کئے...... کسی نے دوسری طرف سے کال ریسیو کی۔ اس نے فریدی کا نام لیا...... پھر اسے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔

''ہیلو...... کون ہے'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں حمید بول رہا ہوں۔ [illegible] فریدی صاحب سے [illegible]''

''اوہ [illegible]'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''[illegible]...... ٹھہریئے۔''

حمید کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر وہ جلدی میں ہوتا اور اس نے آواز کے فرق کو نہ محسوس کیا ہوتا تو اس کی گفتگو فریدی کے بجائے کسی اور نے سنی ہوتی۔

جلد ہی اسے دوسری طرف سے فریدی کی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہو تم......!" فریدی نے پوچھا۔

"پبلک ٹیلی فون بوتھ نمبر ستائیس میں......آپ کے لئے ایک دلچسپ اطلاع ہے۔"

"میں فون پر کوئی اطلاع سننا پسند نہیں کروں گا......سمجھے......تم کب واپس آؤ گے۔"

"خیر نہ سنئے......!" حمید نے کہا۔ "لیکن میں اپنے محکمے کے کسی آدمی سے کوئی مدد لے سکتا ہوں یا نہیں۔"

"کیا موجودہ معاملات کے متعلق۔"

"جی ہاں۔"

"کس سلسلے میں۔"

"محض نگرانی کے لئے۔"

"اجازت ہے......جلد واپس آنے کی کوشش کرنا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد حمید نے بھی ریسیور ہک سے لگا دیا لیکن وہ بوتھ سے باہر نہیں نکلا۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دوبارہ کسی نمبر کے ڈائیل کئے اور اب وہ شاید اپنے محکمے کے کسی آدمی سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے اُسے شیبان ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ایک عورت مسز آشا ورما کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔

بوتھ سے نکل کر وہ کیڈی میں آ بیٹھا۔ اب وہ صوفیہ کی طرف سے مطمئن ہو چکا تھا۔ اس کی واپسی بڑی پُرسکون تھی اور وہ راستے میں سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے فون پر گفتگو کیوں نہیں کی۔ اچانک اُسے یاد آیا کہ سر مخدوم کی کوٹھی میں دو فون تھے ایک سر مخدوم کے آفس میں تھا اور دوسرا لائبریری میں۔ ان میں سے کسی ایک پر دونوں کی گفتگو صاف سنی جا سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے فریدی نے اسی خیال کے تحت فون پر بات کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

کوٹھی میں فریدی اُس کا منتظر تھا۔ حمید نے جاتے ہی اپنا کارنامہ شروع کر دیا۔ فریدی اتنی لاپروائی سے سن رہا تھا جیسے حمید یونہی تضیع اوقات کرتا رہا ہو۔ گفتگو کے اختتام پر اس نے مسکرا کر کہا۔ ''میں سمجھا تھا شائد تم نے اس سے کوئی کام کی بات معلوم کی ہے۔''

''کیا یہ واقعہ ہی بجائے خود ایک کام کی بات نہیں۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''خدا جانے۔'' فریدی نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ''یہاں اس سلسلے میں کافی شور وغل ہو چکا ہے۔ ناصر اس لڑکی کی حرکت پر بُری طرح چراغ پا ہو رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ آئے دن اسی طرح کی حرکتیں کیا کرتی ہے۔''

''تو پھر شاید اس کا بھی دماغ خراب ہے۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟''

''ارے اس نے اپنی گاڑی سڑک کے کنارے چھوڑ دی ہے۔ شاید اُسے اب ٹریفک پولیس کے کسی آدمی نے کوتوالی بھی پہنچا دیا ہو۔ لیکن کیا ہم اسے بھی پاگل پن سمجھیں کہ وہ شیبان ہوٹل میں مسز آشا ورما کے نام سے مقیم ہے......آخر کیوں؟''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

''بعض لوگ خود نمائی کے لئے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ دوسروں کو حیرت میں ڈالنے کے لئے اگر صوفیہ کا بھی یہی مقصد ہوتا تو پہلی بار مجھے دیکھ کر کھڑکی کیوں بند کر لیتی۔ پھر جب اس نے اطمینان کر لیا کہ میں جا چکا ہوں تو وہ چوروں کی طرح نیچے اتری...... کیوں؟ کیا جواب ہے آپ کے پاس۔''

''جواب......!'' فریدی کچھ سوچتا ہوا مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کمرہ باہر سے مقفل تھا۔''

''کون سا کمرہ......!''

''وہی، جس کی کھڑکی سے وہ زمین تک پہنچی تھی۔''

''آپ کو کیسے علم ہوا۔''

''جب وہ لوگ کھڑکی کے نیچے کھڑے شور کر رہے تھے میں اوپری منزل پر چلا گیا۔ ناصر کو چاہئے تھا کہ غل مچانے سے پہلے کمرے کا تالا کھول لیتا۔''

''تو کیا اُس نے اُسے قید کر رکھا تھا۔''

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔'' فریدی سگار کیس نکالتا ہوا بولا۔

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ صوفیہ کوئی اہم بات جانتی ہے۔''

''ہو سکتا ہے۔''

''آخر آپ خلاف معمول اتنے غیر یقینی انداز میں کیوں گفتگو کر رہے ہیں۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''بہتیرے معاملات خود میرے ذہن میں ابھی تک صاف نہیں ہیں......اور پھر میں غیب داں تو ہوں نہیں کہ پیشین گوئیاں شروع کر دوں۔''

''کون سے معاملات آپ کے ذہن میں صاف نہیں۔''

''جتنے بھی ہیں۔''

''شاید پہلی بار آپ کی زبان سے اس قسم کی گفتگو سن رہا ہوں۔''

''کیا پہلے بھی کبھی اس قسم کے کیس سے سابقہ پڑا تھا۔'' فریدی نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اچانک اُس نے کہا۔

''رات والے آدمی کے لئے آپ نے کیا کیا۔''

''وہی تو مجھے الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔''

''الجھن میں کیوں؟''

''شاید اس وقت تمہارا ذہن سوچنے کیلئے موزوں نہیں ہے۔'' فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

''وہ کبھی نہیں ہوتا......علاوہ اُن مواقع کے جب معدہ ٹھیک نہ ہو۔''

''تم اس لڑکی سے ملے کیوں نہیں۔'' فریدی نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

''میں فون پر آپ سے اسی کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔''

''کب تک انگلی پکڑ کر چلتے رہو گے۔''

''جب تک جوان نہ ہو جاؤں۔'' حمید جھلا کر بولا۔

''جس دن میرا ہاتھ اٹھ گیا...... جوان بھی ہو جاؤ گے۔''

''اور یہ شعر پڑھتا ہوا جوان ہوں گا۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

انگڑائی لینے بھی نہ پائے تھے وہ اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

''مت بکواس کرو۔'' فریدی دانت پیس کر اُسے مکا دکھاتا ہوا بولا۔

حمید پائپ کو دانتوں میں دبا کر جیب میں دیا سلائی ٹٹولنے لگا۔

''تم ابھی جاؤ......!'' فریدی نے کہا۔ ''صوفیہ سے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اُسے کس نے اور کیوں قید کیا تھا۔''

''لیکن واپسی کا ذمہ دار میں نہ ہوں گا۔''

''کیا مطلب......!''

''معاف کیجئے گا...... میں بار برداری کا خچر نہیں ہوں۔''

''پھر کیا ہو......؟''

''بار برداری کا خچر......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''چلو وقت نہ ضائع کرو۔''

''لیکن میں اس وقت واپس نہ آسکوں گا۔''

''ضروری نہیں...... تم صبح آسکتے ہو۔'' فریدی نے کہا۔ ''میں دراصل فی الحال یہاں سے ہٹنا نہیں چاہتا...... ورنہ خود ہی دیکھتا۔''

''اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' حمید نے پوچھا۔

''لڑکی کی نگرانی اور حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کر کے گھر چلے جانا۔''

''آپ کو اطلاع کس طرح دی جائے۔''

''واپسی پر...... اس کی جلدی نہیں۔ فون پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں دو سیٹ ہیں۔ ایک پر دوسرے کی گفتگو بہ آسانی سنی جا سکتی ہے۔''

''میرا خیال ہے کسی نے اس کی کوشش کی تھی۔'' حمید بولا۔ ''میں آپ کی آواز فون پر بھی پہچان سکتا ہوں۔ ورنہ پوری رپورٹ کسی اور تک پہنچ چکی ہوتی۔''

''آواز کس کی تھی۔''

''اندازہ نہیں لگا سکا۔''

تھوڑی دیر بعد حمید واپسی کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کیڈی نکالی اور شہر کے راستے پر ہولیا۔ مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے تاریکی گہری ہو گئی تھی۔

حمید آئندہ کے لئے پروگرام سوچ رہا تھا۔ صوفیہ ایڈونچر کی شائق تھی اس لئے اس کے ساتھ بہترین وقت گذر سکتا تھا۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ ایک کار کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ تعاقب کا خیال اس وقت اور زیادہ پختہ ہو گیا جب حمید نے بھی کیڈی کی رفتار کم کردی اور اس کے باوجود دونوں کاروں کے فاصلے میں کوئی فرق نہ آیا۔ دوسری طرف بھی شائد رفتار کم کردی گئی تھی۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد بھی حمید کا تعاقب جاری رہا۔

اور پھر حمید نے ہوٹل شیبان کی بجائے کیڈی کا رخ فریدی کی کوٹھی کی طرف کر دیا۔

دوسری شہادت

صوفیہ ہوٹل شیبان کے ایک کمرے میں آرام کرسی پر پڑی کوئی کتاب دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً کسی نے باہر سے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ صوفیہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور دستک دینے والے کو ہوٹل کا کوئی ملازم سمجھ کر بولی۔ ''آجاؤ۔''

ہینڈل گھوما اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دستک دینے والا اندر آنے کی بجائے دروازے ہی پر کھڑا رہا۔ صوفیہ نے آرام کرسی کے ہتھے پر جھک کر دروازے کی طرف جھانکا اور پھر بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ آنے والا نہ تو ہوٹل کا کوئی ویٹر معلوم ہوتا تھا اور نہ اس کا شناسا۔ ہوٹل کا ویٹر یوں نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے ایک نہایت نفیس قسم کا سوٹ پہن رکھا تھا اور شناسا اس لئے نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک کافی معمر آدمی تھا اور اس کے چہرے پر جی۔ بی۔ ایس ٹائپ کی سفید ڈاڑھی تھی۔

''ایک مسز آشاورما میری شناسا تھیں۔'' بوڑھا آدمی بڑبڑایا۔ ''میں سمجھا تھا شائد وہ رہی ہوں۔''

''شائد میں بھی آپ کو نہیں جانتی۔'' صوفیہ نے کہا۔

''قطعی......!'' بوڑھے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن میری موجودگی آپ کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اجازت ہو تو میں دو منٹ بیٹھ کر دم لے لوں۔ مجھ جیسے لوگوں کے لئے تیسری منزل پر پہنچنا آسان کام نہیں۔''

''اوہو......!'' صوفیہ جلدی سے بولی اور بڑے تکلف سے آرام کرسی کے سرے پر ٹک گئی۔ بوڑھا بیٹھ کر تھوڑی دیر ہانپتا رہا پھر صوفیہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

''اگر آپ میری شناسا ہوتیں تو میری تھکن کے باوجود مجھے پریشان کر ڈالتیں۔''

''اوہ......'' صوفیہ بھی جواباً مسکرائی پھر سنبھل کر بولی۔ ''میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''میں پامسٹ ہوں۔'' بوڑھے نے کہا۔

''لیکن مجھے پامسٹری سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' صوفیہ نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

وہ سوچنے لگی تو یہ حضرت اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے اس طرح تعارف حاصل کرتے ہیں۔ اس نے اکثر سنا تھا کہ شہر کے بعض ہوٹلوں میں اس قسم کے لوگ قیام کرنے والوں کو مستقبل کے حالات بتانے کے بہانے ٹھگ لیا کرتے ہیں۔

''راجہ صاحب...... چندر نگر کا بھی یہی خیال تھا۔'' بوڑھے نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ ''لیکن پھر انہیں ماننا ہی پڑا۔ بہت دلچسپ قصہ ہے...... یہ تو آپ جانتی ہی ہوں گی کہ

راجہ صاحب ریس کے بڑے شوقین ہیں اور ان کے کئی گھوڑے ریس میں حصہ لیتے ہیں۔ ان میں میچ لیس بڑا مشہور تھا۔ پچھلے دنوں میں نے انہیں بتایا کہ اگلی ریس میں میچ لیس کو گولی ماردی جائے گی۔ انہوں نے میرا مضحکہ اڑادیا۔ میں خاموش رہا۔ لیکن کیا ہوا...... میچ لیس دوڑا......سو فیصدی توقع تھی کہ اول آئے گا اور وہ تھا بھی سب سے آگے لیکن اچانک ٹھوکر کھائی اور جاکی سمیت منہ کے بل زمین پر آرہا...... اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ظاہر ہے اس کے بعد اسے گولی ماردی گئی۔ اگر راجہ صاحب میرے کہنے پر عمل کرتے اور اسے اس دن ریس میں شامل نہ کرتے تو میچ لیس محفوظ ہوتا......''

''لیکن میرے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے۔'' صوفیہ ہنس پڑی۔

''لڑکی تم اس طرح میرا مضحکہ نہیں اڑا سکتیں۔'' بوڑھا بگڑ گیا۔ ''میں اپنے وقت کی عظیم ترین ہستی ہوں۔ میں تمہاری پیشانی پر بربادیوں کے سائے دیکھ رہا ہوں۔ کیا آج تم ایک مصیبت میں نہیں پھنسی تھیں۔ کیا اپنی جان پر کھیل کر تم اس سے نہیں نکلیں۔''

صوفیہ چونک کر بوڑھے کو گھورنے لگی۔

''اچھا اب میں چلا۔'' بوڑھا اٹھتا ہوا بولا۔

''ٹھہریئے......!'' صوفیہ نے کہا۔ ''تشریف رکھئے۔''

بوڑھا بیٹھ گیا۔

''لیکن......!'' صوفیہ بولی۔ ''آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا پامسٹری سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ پامسٹری تو ہاتھ کی لکیروں پر منحصر ہے۔''

''میں صرف پامسٹ ہی نہیں ہوں۔'' بوڑھے نے فخریہ انداز میں گردن اونچی کر کے کہا۔ ''مجھ میں روحانی قوتیں بھی ہیں۔ میں ایک بے سہارا لڑکی کو مصائب میں گھرا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ ایک لڑکی جو صرف مس ہے۔ مسز کسی طرح نہیں ہوسکتی۔''

''آپ بہت کچھ جانتے ہیں۔'' صوفیہ نے پرسکون انداز میں کہا۔

''لوگ مجھے شاہ بلوط کہتے ہیں۔'' بوڑھے نے فخریہ کہا۔

"شاہ بلوط" صوفیہ ہنسنے لگی۔ "یہ تو ایک درخت کا نام ہے۔"

"اونچا اور تناور درخت......!" بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرے خیال سے اب آپ کی سانس درست ہو گئی ہو گی۔" صوفیہ سرد لہجے میں بولی۔

"آں...... ہاں......" بوڑھا ہچکچا کر بولا۔ "کیا آپ اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتیں۔"

"مجھے افسوس ہے مستقبل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ ویسے آپ کی فیس کیا ہے۔"

"فیس......!" بوڑھا مسکرا کر بولا۔ "کچھ بھی نہیں۔ فیس میں اس وقت لیتا ہوں جب کوئی خود سے خواہش کرتا ہے اور جن کے ہاتھ میں اپنی مرضی سے دیکھتا ہوں ان سے کوئی فیس نہیں لیتا۔"

"تو آپ یونہی تفریحاً ہاتھ دیکھا کرتے ہیں۔"

"محض تجربات میں اضافہ کرنے کے لئے۔"

صوفیہ نے تمسخر آمیز انداز میں مسکرا کر اپنی ہتھیلی اس کے سامنے کر دی۔

"ہاتھ تو بڑا اچھا ہے۔" بوڑھے نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ "اچھا میں ماضی سے شروع کرتا ہوں، تمہارے والدین بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے...... کیوں؟"

"ٹھیک ہے......!" صوفیہ سر ہلا کر بولی۔

"لیکن پھر بھی تم نے اپنے دن اچھے گزارے۔ اب حال کی طرف آتا ہوں۔ تم آج کل کئی قسم کی الجھنوں کا شکار ہو۔ تمہارے دل پر کسی بات کا بوجھ ہے تم اُسے کہہ ڈالنا چاہتی ہو۔ لیکن کوئی ایسا ہمدرد نہیں ملتا...... کیوں؟"

"ٹھیک ہے......! میں ایک بات اگل دینے کے لئے بُری طرح بے تاب ہوں۔"

"لیکن کس سے کہوں۔"

"مجھ سے کہو...... ممکن ہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔" بوڑھے نے کہا۔

"کہہ دوں......!" صوفیہ بولی۔

"کہہ دو......!"

"تم مجھے آرٹیچ کے مسخرے معلوم ہوتے ہو...... کیوں؟" صوفیہ نے بوڑھے کے لہجے کی نقل اتاری۔ "تم فی الحال ایک بہت بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہو اور ایک لڑکی تمہاری ڈاڑھی نوچنے کے امکانات پر غور کر رہی ہے لیکن تم برا نہیں مانو گے۔ یہی تمہارا مستقبل ہے۔"

پھر صوفیہ نے جھپٹ کر بوڑھے کی ڈاڑھی پکڑ لی جو روئی کے گالے کی طرح اکھڑتی چلی آئی۔ بوڑھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کا گریبان حمید کی گرفت میں آ چکا تھا۔ صوفیہ نے اُسے آرام کرسی میں دھکیل دیا۔

"تم ایک گھٹیا قسم کی مشین سے نکل رہے ہو گے۔" صوفیہ ہاتھ میں دبی ہوئی ڈاڑھی پر ہنسنے لگی۔ حمید نے بچے کھچے بال بھی اس کے گالوں سے نوچ لیے اور شریر نظروں سے صوفیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"تمہاری ہی وجہ سے وہاں سے بھاگی تھی۔" صوفیہ نے کہا۔

"اب زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو...... ہم زیادہ [illegible] نہیں ہو۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب......!"

"مطلب [illegible] ہے۔ تم [illegible] کی آواز [illegible] کی طرح [illegible] سے نیچے اتر [illegible] آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ دروازے [illegible] اور پھر تم ہماری وجہ سے بھاگی کیوں...... کیا [illegible] تم نے [illegible]"

[illegible]

[illegible] کھڑا [illegible]...... [illegible]

[illegible]

[illegible]

''گھر والے مجھے بچپن ہی سے جانتے ہیں۔''

''میں بھی تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔'' حمید بولا۔ ''تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے دشمنوں کو بھی کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''اچھی طرح سمجھتی ہو۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''کیا اُن لوگوں نے تمہیں کمرے میں قید نہیں کر دیا تھا۔''

ایک بار پھر صوفیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

''وہ لوگ نہیں چاہتے کہ تم ہم سے ملو۔'' حمید کہتا رہا۔ ''بات حقیقتاً یہ ہے کہ تم دانش کے متعلق کوئی اہم بات جانتی ہو۔''

''میرے خدا......!'' صوفیہ کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

''ہم دانش کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کر چکے ہیں اور ان کی روشنی میں ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ فعل دانش کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں......نہیں یہ غلط ہے۔'' صوفیہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''بالکل درست ہے۔'' حمید بولا۔ ''دانش پچیس تیس ہزار کا قرض دار تھا اور ظاہر ہے کہ اتنی رقم نہ دانش کے بس کا روگ تھی اور نہ ناصر کے۔ البتہ سر مخدوم کی موت ناصر کو دولت مند بنا سکتی تھی۔ پھر ناصر سے یہ کیسے ہوتا کہ دانش کو قرض خواہوں میں گھرا ہوا دیکھتا۔''

صوفیہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر تھوک نگل گئی۔

''ہو سکتا ہے کہ تم دانش کی موجودہ قیام گاہ سے واقف ہو۔''

''نہیں......خدا کی قسم میں نہیں جانتی۔''

''پھر انہوں نے تمہیں کیوں قید کر دیا تھا۔''

صوفیہ کچھ نہ بولی۔ وہ فرش کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''تم سر مخدوم کے قاتل کو بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں یہ غلط ہے۔'' صوفیہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''پھر......؟''

''دانش بھی میرا چچازاد بھائی ہے اور ناصر چچا ہیں ان سے بھی وہی رشتہ ہے جو سر مخدوم سے تھا۔''

''تو تم قانون کی مدد نہیں کرو گی۔''

''مم......میں!''

''سر مخدوم تمہارے محسن تھے۔''

''تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔''

''یہی کہ انہوں نے تمہیں قید کیوں کر دیا تھا۔''

''میں نے دانش بھائی کو کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا اسی رات کو جب آگ لگی تھی۔''

''کیا وقت رہا ہوگا۔''

''شاید ایک بجا تھا۔''

''تم اس وقت کمپاؤنڈ میں کیا کر رہی تھیں۔''

''میں کمپاؤنڈ میں نہیں تھی۔ میری خواب گاہ اوپری منزل پر ہے اور اس کی ایک کھڑکی کمپاؤنڈ کی طرف ہے۔ مجھے نیند نہیں آئی تھی۔ میں کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا..... لیکن تاروں کی چھاؤں میں مجھے ایک دھندلا سا انسانی سایہ دکھائی دیا۔ میں نے ٹارچ اٹھائی اس کی روشنی میں مجھے دانش بھائی دکھائی دیئے جو آؤٹ ہاؤز کی طرف جا رہے تھے۔''

''آگ جب لگی تم جاگ رہی تھیں۔''

''نہیں سو چکی تھی۔''

''آگ لگنے پر آنکھ کھل گئی ہو گی۔''

''سب ہی جاگ پڑے تھے۔''

''تو تمہارا خیال دانش کی طرف گیا ہوگا۔ قدرتی بات ہے۔''

”نہیں ...... میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“

”پھر گھر والوں کو کیسے معلوم ہوا کہ تم نے دانش کو کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا۔“

”یہ بات دوسرے دن سب سے پہلے دربان نے بتائی تھی جس پر ناصر چچا بگڑ گئے تھے۔ کہنے لگے کہ دربان نے خواب دیکھا ہوگا۔ پھر جب میں نے بھی انہیں رات کا واقعہ بتایا تو خاموش ہو گئے۔ آخر انہوں نے دربان کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گا۔ پھر انہوں نے مجھے سمجھایا کہ اس بیان پر پولیس خواہ مخواہ شبہ کرے گی اور سارا خاندان مصیبت میں پھنس جائے گا۔“

”تم نے پوچھا نہیں کہ ایسا کن بناء پر ہو سکتا ہے۔“

”وجہ میں خود ہی جانتی تھی۔ دانش بھائی شرابی اور جواری ہیں۔ وہ کئی بار چچا جان مرحوم سے اس بناء پر لڑ چکے تھے کہ وہ ان کا قرض کیوں نہیں ادا کر دیتے اور ان کی عدم موجودگی میں کئی بار ہمارے سامنے وہ یہ بات کہہ چکے تھے کہ وہ چچا جان کو مار ڈالیں گے۔ لیکن ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ نشے میں ہوتے تھے۔ ناصر چچا کا خیال ہے کہ ممکن ہے دانش بھائی نے یہی جملہ باہر اپنے دوستوں میں بھی دہرا دیا ہو۔ اگر پولیس کو ذرا شبہ ہو گیا تو پھر دانش بھائی پھنس جائیں گے۔“

”اچھا تو پھر وہ اس طرح غائب کیوں ہو گیا۔“ حمید نے پوچھا۔

”پتہ نہیں۔“ صوفیہ بولی۔ ”یہی تو میں سوچتی ہوں۔ وہ اکثر گھر سے کئی کئی دنوں کے لئے غائب ہو جاتے ہیں لیکن وہ آج کل جہاں کہیں ہوں گے انہیں اس حادثے کے متعلق ضرور معلوم ہوا ہوگا۔ کئی دن تک اخبارات میں اس کے متعلق [illegible] آتا رہا ہے۔ انہیں گھر ضرور آنا چاہئے تھا۔“

حمید کچھ دیر تک [illegible] پھر بولا۔

”تم اب کیا کرو گی۔“

”میں خود ہی [illegible]۔“

”[illegible]

دے کر گھر چلا گیا.....اور وہاں سے بوڑھے کے میک اپ میں تم تک پہنچا۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایسا کیا ورنہ شائد زندگی بھر تم سے ایسی مفید معلومات نہ حاصل کی جاسکتیں۔''

''تو آپ نے کیا نتیجہ نکالا ہے۔''

''نتیجہ......ظاہر ہے کہ آگ لگانے والا دانش ہی ہے اور ناصر صاحب اُس کی موجودہ قیام گاہ سے اچھی طرح واقف ہیں۔''

''خدا جانے......!'' صوفیہ نے کہا۔ ''دانش بھائی اتنے بُرے بھی نہیں تھے کہ سچ مچ چچا جان کو ختم کر دیتے۔''

''پھر غائب کیوں ہو گیا۔ اسی بناء پر نا کہ وہ بہتیرے لوگوں کے سامنے سر مخدوم کو قتل کر دینے کا خیال ظاہر کر چکا تھا۔ اگر اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی تو ضرور سامنے آجاتا اور اپنے خلاف شہادت رفع کرانے کی کوشش کرتا۔''

''ممکن ہے.....وہ قرض خواہوں کے ڈر سے روپوش ہو گئے ہوں۔''

''تو پھر ناصر صاحب اس بُری طرح پردہ پوشی پر کیوں تلے ہوئے ہیں ورنہ یہ بات تو میں بھی سوچتا ہوں کہ بظاہر دانش کے لئے اب کوئی خطرہ نہیں کیونکہ پولیس اسے اتفاقیہ حادثہ قرار ہی دے چکی ہے اور ہم لوگ تو نجی طور پر تحقیقات کر رہے ہیں۔''

''ناصر چچا کی گھبراہٹ کے لئے یہی کیا کم ہے۔'' صوفیہ بولی۔

''مجھے تو سر مخدوم کی عقل پر رونا آتا ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''جب وہ حضرت یہ بات جانتے تھے کہ ان کی زندگی خطرے میں ہے تو انہوں نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی۔''

اٹیچی میں جوتا

حمید نے وہ رات بے چینی سے گذاری۔ اُسے اس کیس کا کوئی پہلو نہیں پریشان کر رہا تھا۔ بات ساری ہونٹوں کی تھی۔صوفیہ کے ہونٹوں کی۔ دوران گفتگو میں جن کی جنبش بڑی دلآویز معلوم ہوتی تھی۔حمید اس سے رخصت ہوتے وقت بہت اداس ہو گیا تھا۔

دوسری صبح وہ سر مخدوم کی کوٹھی کی طرف جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ نوکر نے ایک کارڈ لا کر اُسے دیا۔کارڈ کے نام پر نظر پڑتے ہی حمید چونک پڑا۔

''یہ یہاں کیسے؟'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔''پھر نوکر سے پوچھا تنہا ہے۔''

''جی ہاں......!''

''اچھا میں آ رہا ہوں۔''

نوکر چلا گیا۔حمید چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر وہ ڈرائینگ روم کی طرف چل پڑا۔ یہاں سر مخدوم کا بھانجا شمشاد اس کا انتظار کر رہا تھا۔

شمشاد مضبوط جسم کا ایک لمبا تڑنگا جوان تھا اور کچھ اس قسم کی مونچھیں رکھتا جیسے دنیا میں صرف اسی کو مونچھیں رکھنے کا حق ہو۔حمید اس کے متعلق پہلے بھی کئی بار سوچ چکا تھا اور جو کچھ اس نے سوچا تھا اگر اس کا اظہار کر دیتا تو کشت و خون تک کی نوبت آ جاتی۔ نہ جانے کیوں بٹی ہوئی مونچھیں دیکھ کر اس کا خون کھولنے لگتا تھا اس کا خیال تھا کہ اول تو مونچھ رکھنے کی چیز ہی نہیں اور اگر رکھی بھی جائے تو اس کی نوکیں اوپر کی طرف اٹھا کر مسخروں کی سی شکل کیوں بنائی جائے۔

''صوفیہ کہاں ہے۔'' شمشاد نے حمید کو دیکھتے ہی سوال کیا۔

حمید کی مسکراہٹ ہونٹوں کے تنفر آمیز کھنچاؤ میں تبدیل ہوگئی۔ وہ چند لمحے شمشاد کو گھورتا

رہا پھر بولا۔ ''کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے اسے اغواء کیا ہے۔''

''میں کچھ نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کا پتہ چاہئے۔''

''اس کے لئے ایک بہترین طریقہ ہے۔'' حمید نے نرم لہجے میں سنجیدگی سے کہا۔

''کیا......؟''

''اخبارات میں مشتہر کرادو...... جہاں ہوگی آجائے گی۔''

''میرا خیال ہے کہ تم جانتے ہو۔''

''لیکن اس خیال کی وجہ......!'' حمید پھر اُسے گھورنے لگا۔

''اوہو......بس یونہی۔'' شمشاد نے کہا اور چڑھی ہوئی مونچھوں کے باوجود بھی اس کے چہرے پر نرمی کے آثار نظر آنے لگے۔ حمید اس تغیر کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

شمشاد چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''میں نے سوچا ممکن ہے آپ کو علم ہو۔''

''میں پھر آپ سے ایسا سوچنے کی وجہ دریافت کروں گا۔'' حمید نے کہا۔

''قدرتی بات ہے۔'' شمشاد نے کھنکار کر کہا۔ ''آپ لوگ تو ہمارے خاندان والوں پر کڑی نظریں رکھتے ہوں گے۔''

''ابھی تک تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔'' حمید بولا۔

''میں اسے قطعی فضول سمجھتا ہوں کہ یہ بات بار بار دہرائی جائے۔ ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ ماموں جان کی وصیت پاگل پن کا نتیجہ نہیں تھی، انہیں گھر ہی کے کسی فرد پر شبہ تھا۔''

''اوہ......تو آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں۔'' حمید اُسے معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

''دیکھئے! باتوں کا ڈھکا چھپا انداز مجھے پسند نہیں۔'' شمشاد نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''آپ لوگ دانش کے پیچھے ہیں۔''

''اور شاید آپ مجھے اس کا موجودہ پتہ ضرور بتائیں گے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''مجھے معلوم ہوتا تو میں اتنی دیر خاموش نہ رہتا۔'' شمشاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ناصر ماموں بہرحال باپ ہیں اور ان کی پریشانی یا احتیاط قدرتی چیز ہے لیکن مجرم کو قانون کے حوالے کر دینا ہر ایک کا فرض ہونا چاہئے۔''

''میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔''

''صوفیہ محض ناصر ماموں کی ناعاقبت اندیشی کی بناء پر کہیں فرار ہوگئی۔ میں اس کے لئے بہت پریشان ہوں...... بیچاری یتیم بچی۔''

''تو کیا ناصر ہی نے اُسے قید کیا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ......!'' شمشاد ہنسنے لگا۔ ''تو آپ اس کا پتہ جانتے ہیں۔''

''ضروری نہیں......اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ میں نے یہ بات صوفیہ سے معلوم کی ہے۔''

''پھر......؟''

''قیاس......جس کمرے کی کھڑکی سے وہ فرار ہوئی تھی اس کا دروازہ باہر سے مقفل تھا۔''

شمشاد کچھ نہ بولا۔ وہ چند لمحے سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

''اگر آپ ناصر ماموں کی جگہ ہوتے۔''

''کیا صوفیہ کو دانش کا پتہ معلوم ہے۔'' حمید نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں...... شائد اس نے واردات کی رات دانش کو کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا اور پھر وہ پراسرار طریقے پر غائب ہوگیا اور محض اس طرح غائب ہوجانے ہی کی بناء پر ناصر ماموں نہیں چاہتے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔''

''ہوں......!'' حمید نے کرسی کا ہتھا انگلیوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے سر ہلایا۔

''کیا ناصر ماموں کی یہ حرکت قدرتی امر نہیں۔''

''قطعی ہے......لیکن آپ تو دانش کے باپ نہیں تھے۔'' حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

''آپ کو قانون کی مدد کرنی چاہئے تھی۔''

''مجھے اس کا علم نہیں تھا۔'' شمشاد نے کہا۔ ''مجھے تو کل رات معلوم ہوا۔ صوفیہ کے غائب

ہو جانے کے بعد ناصر ماموں کو اپنی اس حرکت پر بڑا افسوس ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ مجھے بتایا۔ وہ کل رات سے لڑکی کے لئے رو رہے ہیں۔''

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ حقیقتاً ناصر کی حرکت بالکل قدرتی تھی۔ دنیا کا ہر باپ اپنی اولاد کے عیوب کی پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے اور پھر دانش پر تو قتل کا شبہ کیا جارہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا شمشاد کو صوفیہ کا پتہ بتا ہی دے۔

''سچ پوچھیے تو مجھے دانش کی ذرہ برابر بھی فکر نہیں۔'' شمشاد نے کہا۔ ''مگر صوفیہ! وہ مفت میں مصائب برداشت کر رہی ہے اور دانش اپنی سزا کو پہنچے ہی گا۔''

''تو کیا آپ کو یقین ہے کہ دانش ہی نے آگ لگائی ہوگی۔'' حمید نے پوچھا۔

''اگر حالات ایسے نہ ہوتے تو ناصر ماموں کے لئے پریشانی کی کوئی بات نہ تھی۔'' شمشاد نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''کیا ناصر صاحب کو بھی اس کا یقین ہے۔''

''نہیں بظاہر تو نہیں......وہ اس کی بے گناہی کے سلسلے میں سینکڑوں دلائل پیش کرتے ہیں۔''

''دلائل......بھلا کس قسم کے؟'' حمید نے اپنی پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے پوچھا۔

''سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ دانش نیم فاتر العقل قسم کا آدمی ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی شراب نوشی نے اس کے دماغ کی چولیں ہلادی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ نشے کی لہر اُسے اس رات کوٹھی تک لائی ہو اور پھر وہ تھوڑی دیر ٹہل کر واپس چلا گیا ہو۔ اگر اس نے آگ لگائی بھی ہوتی تو اس طرح غائب نہ ہو جاتا۔ دوسرے یا تیسرے دن ضرور واپس آتا۔ کیونکہ پولیس اسے اتفاقی حادثہ قرار ہی دے چکی تھی۔''

''لیکن اب کیا وجہ ہے کہ آپ اسے اتفاقی حادثہ نہیں سمجھتے۔'' حمید نے سوال کیا۔

صوفیہ نے ہمیں آؤٹ ہاؤز کے بیرونی دروازوں کے متعلق بتایا تھا۔ ہم نے بھی انہیں دیکھا۔ حقیقتاً وہ باہر کی طرف سے بھی بولٹ کر دیئے گئے تھے اور پھر کوٹھی میں اس پراسرار آدمی کی موجودگی۔ آخر وہ کون تھا......اور وہاں کیا کر رہا تھا

''کیا دانش بہت تیز دوڑ سکتا ہے۔'' حمید نے پوچھا۔''اور اتنا پھرتیلا بھی ہے کہ دوڑتے دوڑتے دیواروں پر چڑھ سکے۔''

''ممکن ہے۔'' شمشاد کچھ سوچتا ہوا بولا۔''دانش کبھی ایک اچھا اسپورٹس مین تھا۔لیکن شراب نے اُسے برباد کردیا۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید نے پوچھا۔''اچھا وہ حالات کون سے ہو سکتے ہیں جن کی بناء پر دانش ہی پر شبہ کیا جا سکے۔''

شمشاد نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔اس کے انداز سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔اس نے کھنکھار کر کہا۔''دانش قریب قریب تیس ہزار کا قرض دار ہے غالباً جوئے میں ہارا ہوگا۔اُسے جوئے کی بھی لت ہے۔''

''سرمخدوم نے قرض ادا کرنے سے انکار کردیا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''جی ہاں......لیکن شاید وہ ادا ہی کردیتے۔دانش نے جلد بازی سی کام لیا۔''

''کیا اس سے پہلے بھی وہ اس کا قرض ادا کر چکے تھے۔''

''کئی بار......!''

''اچھا جناب......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔''اب کہاں جائیں گے۔میں تو آپ ہی کی طرف جارہا ہوں۔''

''میں بھی گھر ہی جاؤں گا لیکن آپ نے صوفیہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔''

''یہ حقیقت ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔''کیا پچھلی رات آپ ہی نے میرا تعاقب کیا تھا۔''

شمشاد ہنسنے لگا۔

''میں ہی تھا۔''

وہ دونوں باہر آئے۔شمشاد کی کار کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی تھی۔حمید نے گیراج سے کیڈی نکالی۔

سرمخدوم کی کوٹھی میں فریدی حمید کا منتظر تھا۔دونوں عقبی پارک کی ایک کنج میں آ بیٹھے۔

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی آج پہلے سے بھی زیادہ محتاط نظر آ رہا ہے۔

حمید نے پچھلی رات کی رپورٹ پیش کی۔ پھر اپنی اور شمشاد کی گفتگو کے متعلق بتا کر اونگھنے لگا۔

"تم نے بقیہ رات کہاں گذاری تھی۔" فریدی اُسے گھور کر بولا۔

"گھر پر......!" حمید نے چونک کر کہا۔

"تنہا تھے۔"

"کیوں......نہیں برخوردار بغرا خاں سرہانے موجود تھا۔"

"اونگھ کیوں رہے ہو۔"

"رات بھر اس کیس کی کڑیاں ملاتا رہا......آخر اس نتیجے پر پہنچا......!"

"کس نتیجے پر......!"

"یہی کہ کیسوں سے قبر ہی میں نجات ملے گی۔ ویسے صوفیہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"کیا کہوں......!" فریدی اسے تیز نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"یہی کہ وہ کب تک وہاں اس ہوٹل میں رہے گی۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں......جب تک اس کا دل چاہے گا۔"

"میں نے رمیش کو اس کی نگرانی کے لئے کہہ دیا ہے۔" حمید نے کہا۔

"میرے خیال میں اب اس کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں......؟"

"یونہی......اب اس کیس نے دوسری شکل اختیار کر لی ہے۔"

"کچھ دیر بعد تیسری اختیار کر لے گا۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "پھر چوتھی......معاملہ اسی طرح آگے بڑھتا جائے گا......اور ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی ہماری ہی شکلیں نہ پہچان سکے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ حمید پھر اونگھنے لگا۔ اس کے نیم غنودہ ذہن میں ٹھنڈے اور چمکیلے بادل پھسل رہے تھے اور وہ اوس سے بھیگی ہوئی گھاس پر گال رکھ کر سو جانا

چاہتا تھا......اس وقت اس کے ذہن میں نہ تو اس کیس کی کوئی گتھی تھی اور نہ صوفیہ کے ہونٹوں کی دلآویز جنبشوں کا تصور۔''

''پچھلی رات آپ کیا کرتے رہے۔'' اس نے آگے پیچھے جھولتے ہوئے فریدی سے پوچھا۔

''میں......قبر کھودتا رہا۔''

''کیا......؟'' حمید چونک کر بولا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فریدی کو گھور رہا تھا اور اس کی نیند غائب ہوگئی تھی۔

''کیا سرمخدوم کی......!'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''نہیں......لاش اس میں بند ہے۔'' فریدی نے مسکرا کر ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس کی طرف اشارہ کر کے کہا جسے وہ آج صبح ہی سے ساتھ لئے پھر رہا تھا۔

''مرغی کے بچے کی لاش......!'' حمید نے تمسخر آمیز انداز میں ایک ٹھنڈی سانس لی۔

فریدی نے ادھر اُدھر دیکھ کر اٹیچی کیس کھولا......اور حمید نے اتنے زور سے قہقہہ لگایا کہ بعد میں اسے کھانسی آنے لگی۔

اٹیچی کیس میں ایک اَدھ جلا جوتا رکھا ہوا تھا۔

حمید کھانسیوں کے باوجود بھی ہنستا رہا لیکن فریدی کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس نے اٹیچی کیس کو بند کر کے دوبارہ مقفل کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں پاگل ہوں۔''

حمید کی ہنسی رک گئی۔ فریدی کے تیور مار بیٹھنے والے تھے۔ حمید نے سنجیدگی ہی اختیار کرنے میں عاقبت سمجھی اور وہ معاملے کو برابر کرنے لگا۔

''بھئی آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہوگئے...... ہر ایک کو ہنسی آئے گی اس بات پر......کیا آپ نے اسے سرمخدوم کی قبر سے نکالا ہے۔''

''نہیں......!''

حمید سمجھا تھا کہ فریدی کچھ اور بھی کہے گا لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

''آخر یہ ہے کیا بلا......!'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''میں خود بھی اس پر غور کر رہا ہوں۔''

حمید کے ذہن میں پھر ایک چبھتا ہوا جملہ کلبلایا۔ لیکن فریدی کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر بک دینے کی ہمت نہیں پڑی۔ آج نہ جانے کیوں فریدی بہت زیادہ چڑچڑا نظر آ رہا تھا۔

''کیا آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔''

''نہیں......!'' فریدی اُسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔

''تو کیا میں چلا جاؤں۔'' حمید نے پوچھا۔

''چلے جاؤ...... میں اس وقت خاموش رہنا چاہتا ہوں۔''

حمید کھڑا ہو گیا۔

''ٹھہرو......!'' فریدی بولا۔ ''بیکار نہیں بیٹھو گے۔''

''ہرگز نہیں...... میں جاتے ہی سو جاؤں گا......'' حمید نے بڑے خلوص سے کہا' اور فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

''لیکن تم آج نہیں سو سکو گے۔'' اس نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے کہ ہم آج ہی کامیاب ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر تمہیں کم از کم ایک ہفتے تک سوتے رہنے کی اجازت ہو گی۔''

''اچھا جناب......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''کام بتائیے۔''

''بہت معمولی سا ہے...... تمہیں یہاں کے ایک نوکر کی نگرانی کرنی ہے۔''

''کس نوکر کی......!''

''سردار......!''

''اوہ...... وہ بوڑھا جو ہر وقت کچھ نہ کچھ بڑبڑاتا ہی رہتا ہے۔''

''وہی...... بس یہ سمجھ لو کہ اگر وہ جہنم میں بھی جائے تو اس کا پیچھا نہ چھوڑنا۔''

''بہتر ہے...... لیکن اگر وہاں قلوپطرہ سے ملاقات ہو گئی تو میری واپسی ناممکن ہو جائے گی۔''

''بس چلے جاؤ......!'' فریدی اُسے دھکا دیتا ہوا بولا۔

حمید کو اس نوکر کو تلاش کر لینے میں دشواری نہ ہوئی۔ وہ اصطبل کے قریب زمین پر بیٹھا

بڑبڑا رہا تھا۔ بڑبڑاہٹ کے دوران میں وہ کبھی کبھی گھوڑوں کو گھونسہ دکھانے لگتا تھا۔ حمید کو اس پر ہنسی آئی اور فریدی پر غصہ۔ آخر اس خبطی کے پیچھے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

مکے اور فائر

بوڑھا ملازم پاگل نہیں تھا۔ عادات واطوار بالکل صحیح الدماغ آدمیوں کے سے تھے اور وہ کسی سے گفتگو کرتے وقت بہکتا بھی نہیں تھا۔ لیکن تنہائی میں اس کی ذہنی رو بہک جاتی تھی اور وہ درودیوار سے باتیں کرنے لگتا تھا......اور اگر ایسے میں کوئی اسے چھیڑ دیتا تو وہ چوک کر جھینپی جھینپی ہنسی کے ساتھ یا تو ادھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیتا یا وہاں سے کھسک جاتا تھا۔

حمید اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا اسے گھورتا رہا۔ نوکر کی پشت حمید کی طرف تھی اور وہ اس طرح اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ اُسے حمید کی موجودگی کا علم ہی نہ ہوا۔ وہ بدستور بڑبڑاتا رہا۔

''سالو......تھان پر بندھے بندھے جگالی کرتے رہو'' وہ غالباً گھوڑوں سے کہہ رہا تھا۔ آدمی ہوتے تو پتہ چلتا......شادی کرنی پڑتی۔ بچے ہوتے......اور وہ سالی دن بھر بچے کو گود میں لئے چلایا کرتی......منی کے ابا آجا......ابا کے ڈبا آجا......ڈبا کے ڈبا آجا......دھت تمہاری کی......!''

اس نے پھر گھوڑوں کو گھونسہ دکھایا اور زمین سے گھاس کے بہت سے تنکے اکھاڑ کر چبانے لگا۔ حمید کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ کیا فریدی نے اسے سزا دی تھی۔ آخر اس بے دال کے بودم کی نگرانی کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔ لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات......شام تک اسے اس کے پیچھے لگا رہنا پڑا......اس دوران میں اُس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی جو معمول کے خلاف ہوتی۔ اگر اسے کوئی کام کرنے کو کہا جاتا تو وہ بے چوں و چرا تعمیل کرتا اور اُسے خوش

اسلوبی سے انجام دیتا۔ کسی سے گفتگو کرتا تو پاگل پن کا شبہ تک نہ ہوتا لیکن تنہائی نصیب ہوتے ہی پھر بے تکی بڑبڑاہٹ کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ حمید بُری طرح تنگ آ گیا تھا۔ مگر فریدی کا موڈ دیکھتے ہوئے حکم سے سرتابی کی ہمت نہیں پڑی۔ اگر وہ فریدی کو ایک بار بھی مسکراتے دیکھ لیتا تو پھر کسی نہ کسی طرح اس بور کرنے والی ڈیوٹی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا۔

رات کا کھانا دونوں نے الگ الگ کھایا۔ جب حمید کھانے کے لئے گیا تو فریدی اس نوکر کی نگرانی کرتا رہا۔ حمید کی الجھن بڑھتی گئی۔ آخر فریدی گھر کے دوسرے افراد کو چھوڑ کر اس نوکر سے کیوں چمٹ گیا ہے۔ اُسے وہ ادھ جلا جوتا بھی یاد آ رہا تھا۔ آخر وہ کس قسم کا کلیو تھا۔

وہ کھانا ختم کر کے فریدی کی تلاش میں نکلا ہی تھا کہ سعیدہ اور نکہت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

''بڑی خوشگوار رات ہے۔'' سعیدہ بولی۔

''ہائے کتنی ٹھنڈک ہے۔'' نکہت نے ٹکڑا لگایا۔ ''آج تو آپ گانا سنائیں گے۔''

''اور اگر آپ کے ڈیڈی نے بھی ایک آدھ بول سن لئے تو۔'' حمید نے کہا۔

''ہم پارک میں چل کر بیٹھیں گے......ڈیڈی ذرا سی دیر میں سو جائیں گے۔''

''اپنے آفیسر کو بھی بلا لوں۔''

''اررر......نہیں......وہ تو بہت زیادہ نک چڑھے معلوم ہوتے ہیں۔''

''بہترین گاتے ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''جھوٹ......!'' نکہت ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''نائیں......اﷲ قسم......!'' حمید جھنجھلاہٹ میں لپک کر بولا اور دونوں ہنسنے لگیں۔

اس وقت حمید سچ مچ ان سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا......وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی بُری طرح جھلا رہا ہوگا۔ اس نے حمید کو جلد سے جلد کھانا ختم کر لینے کی تاکید کی تھی۔

''ارے تو آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔'' سعیدہ بولی۔

''آپ لوگ عجیب ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟'' دونوں بیک وقت بولیں۔

''آپکے بھائی پر قتل کا الزام ہے اور اس پر بھی آپ زندہ دلی کا ثبوت دے رہی ہیں۔''

''کیا......؟'' سعیدہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ ''کس پر۔''

''دانش پر......!''

'' بکواس ہے۔'' نکہت گرم ہوگئی۔ ''تم لوگوں کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ دانش بھائی صرف قرض خواہوں سے بچنے کے لئے چھپ گئے ہیں۔''

''کہاں چھپے ہوئے ہیں۔''

''ہم کیا جانیں......لیکن یہ بکواس ہے۔''

''ہم بہت جلد اسے قانون کے حوالے کردیں گے۔'' حمید نے کہا۔

دونوں حمید پر بُری طرح برس پڑیں اور اسے جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔ پھر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ حمید انہیں اور زیادہ غصہ دلائے وہ جلتی پر تیل چھڑکتا رہا اور وہ دونوں بھڑکتی رہیں۔ آخر جب وہ رودینے کے قریب پہنچ گئیں تو حمید یکلخت وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ پوری عمارت کا چکر لگا کر اصطبل کی طرف پہنچا۔ لیکن فریدی وہاں بھی نہ ملا۔ پھر وہ نوکروں کے کوارٹروں کی سن گن لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اسے اچانک رک جانا پڑا۔ لیکن تھوڑے ہی فاصلے سے شاید کسی نے اُسے مخاطب کیا تھا۔

''ہالٹ......ہوکمس دیئر......!'' آواز پھر آئی۔

حمید کو ہنسی آ گئی۔ کوئی فوجی پہرہ داروں کی نقل کررہا تھا۔ وہ تیزی سے آواز کی جانب بڑھا اور پھر اس نے ایسا منظر دیکھا جس کی اسے توقع نہ تھی۔ شمشاد شراب کے نشے میں کھڑا جھوم رہا تھا۔ وہ شمشاد جو آج ہی صبح دانش کی شراب نوشی کا تذکرہ بہت بُرے لہجے میں کرچکا تھا۔

''توم کاؤن ہو......!'' وہ حمید کے سینے پر انگلی مار کر بولا۔

''مائیں اولو کا پاٹھا ہوں......!'' حمید اس کی طرح الفاظ کو کھینچ کر بولا۔

شمشاد نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

''تو تم خود الگ ہاٹو......!'' شمشاد اس سے لپٹ پڑا۔

حمید نے اس کے منہ پر گھونسہ جڑ دیا۔ شمشاد نے گندی سی گالی دی اور کسی پاگل کتے کی طرح حمید کا بازو بھنبھوڑ ڈالا۔ حمید نے بائیں ہاتھ سے اس کی ناک مروڑ دی اور وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گیا۔

''سالے...... پٹرول چھڑک کر آگ لگا دوں گا......'' شمشاد پھر اس کی طرف جھپٹا۔

اب اسے کچھ ہوش آ گیا تھا۔ اس بار حمید کا مکا اس کی ٹھوڑی کے نیچے بیٹھا۔ شمشاد پہلے تو لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا پھر اچانک اچھل کر حمید کی گردن دبوچ لی۔ حملہ قطعی غیر متوقع تھا۔ حمید سنبھل نہ سکا اور وہ دونوں گتھے ہوئے زمین پر آ گرے۔

''مار ڈالوں گا......!'' شمشاد ہانپتا ہوا بولا۔ ''بتا صوفیہ کہاں ہے؟''

حمید کو اب سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔ اس نے پھر اس کی ناک دبا کر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کی گردن دوسری طرف موڑ دی اور اسے موڑتا ہی رہا حتیٰ کہ شمشاد دھم سے دوسری طرف الٹ گیا۔ حمید اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔

''لے صوفیہ......!'' اس نے اس کے منہ پر مکے مارتے ہوئے کہا۔ ''لے صوفیہ...... لے صوفیہ...... لے۔''

''کون ہے...... کون ہے......'' چاروں طرف سے کئی لوگ دوڑ پڑے۔

حمید بڑی بے دردی سے شمشاد کے منہ پر مکے جھاڑ رہا تھا۔ پھر اچانک اسے اس کی چڑھی ہوئی مونچھیں یاد آ گئیں اور اس نے انہیں مٹھیوں میں جکڑ لیا۔

شمشاد کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکرانے لگا۔

اچانک حمید کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' اُسے فریدی کی آواز سنائی دی۔

''خواہ مخواہ لپٹ پڑا بیہودہ۔'' حمید شمشاد کو چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔ ''نشے میں ہے۔''

نوکروں نے شمشاد کو پکڑ کر اٹھایا۔ خاندان کا کوئی آدمی وہاں موجود نہیں تھا۔ اس لئے

بات آگے نہ بڑھ سکی۔ شمشاد بالکل خاموش ہوگیا تھا۔ وہ چپ چاپ اٹھا اور کپڑے جھاڑے بغیر تیر کی طرح عمارت کی طرف چلا گیا۔

''جاؤ اپنا کام کرو۔'' فریدی نے نوکروں سے کہا اور وہ چپ چاپ وہاں سے کھسک گئے۔

''کیا بات تھی۔'' وہ حمید کی طرف مڑا۔

''کچھ بھی نہیں...... میں ادھر آ رہا تھا...... خواہ مخواہ سر ہوگیا۔''

''تمہیں بات بڑھانی ہی نہیں چاہئے تھی۔'' فریدی بولا۔

''خوب...... تو میں اس کے مکے کھاتا۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''صبر کرنا سیکھو......!''

''میں یتیم نہیں ہوں۔''

''اچھا بکواس بند کرو...... وہ فی الحال دربان کے پاس بیٹھا ہے۔''

''بیٹھا ہوگا...... میں گھر جا رہا ہوں۔''

''اے نخریلی دوشیزہ بس کر...... ورنہ اب میں مرمت شروع کردوں گا۔''

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' حمید بھنبھنایا۔

''جب تم شراب پی لیتے ہو تو تمہاری حالت اس سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ سمجھے بدھو۔''

حمید کچھ نہ بولا...... پھر فریدی اسے چمکارنے لگا۔

''آخر اس خبطی میں کون سی خاص بات ہے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''مجھے یقین ہے کہ میں کامیابی سے قریب ہوں۔''

حمید نے اپنا داہنا بازو سہلا کر سسکی لی اور منہ بنا کر بولا۔ ''کس زور سے کاٹا ہے سالے نے۔''

''سالے کا کاٹا لہر نہیں لیتا۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''تم بہر حال خوش قسمت ہو...... اچھا مذاق ختم کرو...... مجھے دوسرا کام سنبھالنا ہے۔''

پھر فریدی کچھ دور چل کر تاریکی میں غائب ہوگیا۔

حمید اپنا بازو سہلاتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھا۔

بوڑھا خبطی دربان سے کسی مسئلے پر الجھا ہوا تھا۔

''ابے ہاں ہاں......'' وہ دربان سے کہہ رہا تھا۔''ہمارے حضور نے انگلی کے ایک اشارے سے چاند کے ٹکڑے کر دیئے تھے......اور چاند کا دھبہ ان ٹکڑوں کا جوڑ ہے۔''

دربان نے آہستہ سے کچھ کہا جسے حمید نہ سن سکا۔ وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور حمید دیوار سے چپکا کھڑا اونگھتا رہا۔ پھر دور کے کسی گھڑیال نے گیارہ بجائے......چاروں طرف سناٹا تھا۔ صرف ان دونوں کی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔ کمپاؤنڈ میں کتے بھی نہیں بھونک رہے تھے۔ شاید فریدی نے آج پھر ان کے لئے کوئی انتظام کرلیا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے اور عمارت کی کھڑکیوں میں نظر آنے والی روشنیاں بھی غائب ہوگئیں۔

''ابے تو اُلو ہے۔'' بوڑھے خبطی نے اونچی آواز میں دربان سے کہا۔''بیٹا عشق ہے...... دل لگی نہیں......مرد ہونا چاہئے......آگ میں کود پڑنے کی ہمت ہونی چاہئے۔''

حمید اپنا سر سہلانے لگا۔ اب اسے فریدی پر بڑے خلوص نیت سے غصہ آنے لگا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ بوڑھے نے اپنی جوانی کی داستان چھیڑ دی تھی۔

''مجھے دیکھ......ایک لونڈیا تھی شکریا...... بھگالے گیا اُسے۔ کچھ دن رکھا......پھر ڈھائی سو میں اُسے بیچ کر اس کی چچی کو بھگالے گیا جو اسی کی عمر کی تھی۔ پھر وہ سالی کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی۔ پھر میں نے شکریا کی چھوٹی بہن پر ڈورے ڈالے لیکن اس سے پہلے ہی اس کا بیاہ ہوگیا۔''

حمید کا دل چاہا کہ بوڑھے کو پکڑ کر اس کی خاصی مرمت کردے لیکن پھر خاموش رہا۔ ادھر گھڑیال نے بارہ بجائے اور ادھر دربان کی چارپائی چڑچڑائی۔ بوڑھا شائد جانے کے لئے کھڑا ہوگیا تھا۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ لیکن اُسے یہ سوچ کر اختلاج ہونے لگا کہ اب اگر اس شیطان کے خالو نے کسی جھولدار پلنگڑی میں لیٹ کر خراٹے لینے شروع کردیئے تو وہ کیا کرے

گا۔ کیا اس حالت میں بھی اسے اس کی نگرانی کرنا پڑے گی۔ ایک بار پھر اسے فریدی پر غصہ آ گیا...... اگر وہ اسے اس نگرانی کا مقصد بتا دیتا تو وہ مختلف حالات میں کوئی مناسب طریق کار اختیار کر سکتا تھا۔ اس طرح جھک مارنے سے کیا فائدہ۔

بوڑھا اصطبل کی طرف جا رہا تھا۔ وہ کچھ اونچا بھی سنتا تھا اس لئے حمید کو تعاقب جاری رکھنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی ورنہ اس کے جوتوں کے نیچے بجریاں کڑکڑا رہی تھیں۔ بوڑھا اصطبل کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اگر حمید فوراً ہی دیوار کی اوٹ میں نہ ہو جاتا تو اس نے اسے دیکھ ہی لیا تھا۔ کیونکہ اصطبل کے دروازے پر پہنچ کر وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔

پھر وہ اصطبل کے اندر چلا گیا۔ حمید نے دو تین منٹ تک انتظار کیا۔ پھر وہ بھی اصطبل کے دروازے کی طرف بڑھا۔ گھوڑوں کی لید کی بدبو سے اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ اصطبل میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ وہ بالکل دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔

کیا مصیبت ہے...... وہ جھلاہٹ میں سوچنے لگا۔ کیا جہنم کا راستہ اصطبل ہی سے ہو کر گذرتا ہے۔ آخر یہ الو کا پٹھا اصطبل میں کیوں گھسا ہے۔ اس طرح کب تک یہاں کھڑا رہنا پڑے گا۔ حمید نے ٹارچ روشن کر لی۔ گھوڑوں نے چونک کر اپنے پیر زمین پر مارے اور پلٹ کر روشنی کی طرف دیکھنے لگے۔ لیکن بوڑھا اصطبل میں نہیں تھا۔ حمید بوکھلا گیا۔ روشنی کا دائرہ جلدی جلدی ایک جگہ سے دوسری جگہ رینگتا رہا تھا۔ اصطبل میں گھس کر اس نے اونچی اونچی آخوروں میں بھی روشنی ڈالی۔

بات سمجھ میں آ گئی۔ لیکن ذرا دیر میں...... حمید نے ابھی تک اس چھوٹے دروازے کی طرف دھیان نہیں دیا تھا جو جھیول کے جنگل کی طرف کھلتا تھا۔

وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ دوسری طرف سے بند نہیں تھا۔ صرف اس کے پاٹ بھیڑ دیئے گئے تھے۔ حمید دوسری طرف نکل گیا۔

چھول کی گھنی جھاڑیوں میں جھینگر ''جھائیں جھائیں'' کر رہے تھے اور جب ان کی آوازیں اچانک بند ہو جاتیں تو ایسا معلوم ہوتا جیسے سناٹے میں ایک نظر نہ آنے والی لکیر دوڑتی چلی گئی ہو۔ پھر یک بیک کہیں ایک جھینگر ''ٹچکا'' دیتا اور نہ ختم ہونے والی جھائیں جھائیں کا سلسلہ پھر شروع ہو جاتا۔

حمید ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھا...... اس نے قدموں کے نشانات کے لئے زمین پر روشنی ڈالنی شروع کی لیکن اسے کامیاب نہیں ہوئی کیونکہ زمین سخت تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس طویل و عریض جنگل میں کہاں سر مارتا پھرے قریب تھا کہ اسے پھر فریدی پر غصہ آ جاتا...... ٹارچ اس کے ہاتھ میں کانپ کر بجھ گئی اور خود وہ لڑکھڑا کر ایک طرف لڑھک گیا۔ نشانہ باز اچھا نہیں تھا ورنہ اس کا وہ ہاتھ تو ضرور ہی زخمی ہو جاتا جس میں اس نے ٹارچ پکڑ رکھی تھی۔ گولی پشت کی دیوار سے ٹکرائی۔

ایک فائر پھر ہوا...... لیکن حمید نے اٹھنے کی ہمت نہ کی کیونکہ وہ نہتا تھا۔ قریب ہی کہیں زور سے جھاڑیاں کھڑکھڑائیں...... پھر فائر ہوا...... حمید دروازے کے قریب سے ہٹ کر دیوار سے لگا ہوا رینگنے لگا۔

اب کی فائر کے ساتھ کسی کی چیخ بھی سنائی دی۔ آواز جانی پہچانی سی معلوم ہوئی لیکن حمید اس کا فیصلہ نہ کر سکا کہ وہ کس کی ہو سکتی تھی۔

کوئی بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا اس کے قریب سے گذر گیا۔ حمید نے اس پر جھپٹنا چاہا لیکن ایک دہکتا ہوا انگارہ ''شائیں'' سے اس کے سر پر سے گذر گیا۔ اسے پھر اوندھے منہ گر جانا پڑا...... اس بار بھی وہ بال بال بچا تھا...... اس نے اصطبل کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

ارے یہ کیا

حمید دو منٹ تک دم سادھے پڑا رہا۔ اب پھر پہلے ہی کی طرح سناٹا تھا...... وہ اٹھنے کا

ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی بھاگتے ہوئے آدمی کے قدموں کی آواز سنائی دی جو آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی۔ کوئی دیوار کے دوسرے سرے کی طرف بھاگتا ہوا چلا گیا تھا۔

حمید مڑ کر دروازے کی طرف رینگنے لگا۔ اُسے اگر اس قسم کے واقعات کی توقع ہوتی تو وہ خالی ہاتھ بالکل نہ آتا۔ اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ چپ چاپ واپس جا کر فریدی کو تلاش کرے۔

تھوڑی دیر قبل کا ہنگامہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب وغریب تھا۔ حمید نے محسوس کیا تھا کہ اس میں ایک سے زیادہ آدمیوں کا ہاتھ تھا۔ مگر وہ کون تھے! نوکر کہاں غائب ہو گیا تھا...... وہ بھاگتا ہوا آدمی کون تھا، جو اس کے قریب سے گذر کر اصطبل میں جا گھسا تھا...... غالباً اسی پر کسی نے فائر کیا تھا۔ کیا وہ بوڑھا نوکر تھا......؟ مگر نہیں...... وہ اتنی تیزی سے نہیں دوڑ سکتا تھا...... پھر؟ کیا وہ دانش تھا......؟ اگر وہ دانش تھا تو فائر کرنے والا فریدی ہی ہو سکتا تھا......؟ مگر وہ چیخ؟ وہ تو صریحاً کسی زخمی ہی کی چیخ ہو سکتی تھی۔''

حمید بڑی احتیاط سے دروازے کی طرف رینگتا رہا۔ نیند کے خمار سے اس کا ذہن بوجھل ہو رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے چکی تھیں۔

اس وقت محض اتفاقات ہی نے اس کا ساتھ دیا تھا ورنہ دو میں سے ایک گولی ضرور اسے دوسری دنیا کی سیر کرا دیتی۔

وہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا...... اور پھر جیسے ہی اس نے زمین سے اٹھنے کی کوشش کی کسی نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا۔

''ارے خدا تمہیں غارت کرے۔'' حمید دانت کچکچا کر پلٹا۔

''لاحول ولاقوۃ۔'' حملہ آور بڑبڑا کر الگ ہٹ گیا۔

''نہیں...... مار ڈالئے۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔ اس نے فریدی کی آواز پہچان لی۔

''خاموش رہو۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ''کیا ادھر سے کوئی گذرا تھا۔''

''اصطبل میں گھس گیا۔'' حمید ہانپتا ہوا بولا۔

فریدی نے دروازے کو دھکا دیا۔ وہ دوسری طرف سے بند تھا۔ وہ تین چار قدم پیچھے ہٹا اور اچھل کر بائیں شانے سے دروازے میں ٹکر ماری۔ اندر گھوڑے بدک کر ہنہنانے لگے۔ اب کمپاؤنڈ سے بھی متعدد آدمیوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

تیسری ٹکر لگتے ہی دروازہ چڑچڑا کر دوسری طرف گر گیا۔

''سڑی ہوئی لکڑی کا تھا......!'' حمید نے کہا۔

''کام چور......پھسڈی......!'' فریدی غرا کر حمید کی طرف پلٹا۔

''شیشم......شیشم......دیوار کی لکڑی......!'' حمید بوکھلا کر ہکلانے لگا۔

فریدی نے اس کی گردن دبوچی اور دروازے میں دھکا دے دیا۔

وہ دونوں کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ گیراج کے سامنے کئی آدمی کھڑے تھے۔ حمید کی ٹارچ کی روشنی دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔

وہ دونوں تیز قدموں سے چلتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے۔ یہ کوارٹروں میں رہنے والے ملازمین تھے۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر اُن میں سے ایک نے کہا۔

''صاحب...... یہاں گیراج میں کوئی گھسا ہوا ہے۔''

فریدی نے آگے بڑھ کر گیراج کے دروازے کو دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ فریدی نوکروں کی طرف مڑا۔

''کیا بات ہے؟'' کسی نے عمارت کی طرف سے پکار کر کہا۔ آواز ناصر کی تھی۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور مسکرانے لگا۔ نوکروں کی لالٹینوں کی مدھم روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔

حمید کو اس کی مسکراہٹ بڑی بھیانک معلوم ہوئی۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور وہ لالٹینوں کی زرد زرد روشنی میں گوشت پوست کی بجائے تانبے کا ایک طویل القامت مجسمہ معلوم ہو رہا تھا۔

''کون ہے......!'' ناصر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''وہی جسے ہونا چاہئے۔'' فریدی کی آواز سناٹے میں گونجی۔

''دانش......!'' شمشاد نے آگے بڑھ کر کہا۔

''دانش......!'' فریدی تمسخر آمیز انداز میں ہنسا۔

''اگر دانش ہی ہے تو میں پولیس کو فون کرتا ہوں۔'' ناصر عمارت کی طرف جانے کیلئے مڑا۔

''ٹھہرو......!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ ''پہلے اس لاش کو اٹھواؤ جو وہاں جنگل میں پڑی ہے۔''

فریدی نے ریوالور نکال لیا تھا اور اس کا رخ ناصر کی طرف تھا۔

''کس کی لاش......!'' شمشاد چیخا۔

''بوڑھے نوکر سردار کی...... ناصر چپ چاپ کھڑے رہو ورنہ ایسی جگہ گولی ماروں گا کہ بقیہ زندگی جہنم بن جائے گی۔''

''کیا بیہودگی ہے۔'' ناصر سہمی ہوئی آواز میں چیخا۔

''حمید......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میری جیب سے ہتھکڑیاں نکال کر ناصر کے لگا دو۔''

''کیا بکواس ہے۔'' شمشاد حلق کے بل چیخا۔

''اگر کسی نے مداخلت کی تو بے دریغ گولی ماردوں گا۔ مجھے سب جانتے ہیں۔''

حمید نے فریدی کی جیب سے ہتھکڑیاں نکالیں اور ناصر کی طرف بڑھا۔ ناصر اچھل کر بھاگا لیکن شب خوابی کے لبادے نے اُسے زیادہ دور نہیں جانے دیا۔ جیسے ہی وہ اس سے الجھ کر گرا حمید نے اُسے دبوچ لیا۔

ناصر کے ہتھکڑیاں لگادی گئیں۔ وہ کسی تھکے ہوئے خچر کی طرح ہانپ رہا تھا۔

''باہر آؤ......!'' فریدی نے گیراج کے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ''تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے سر مخدوم۔''

''سر مخدوم......!'' حمید تحیر آمیز آواز میں چیخا۔

''سرمخدوم......!'' فریدی کے ہونٹ بھینچ گئے۔ ''سرمخدوم جنہوں نے قانون سے مذاق فرمایا ہے۔''

''گیراج کا دروازہ کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ کھلا۔ لالٹینیں اوپر اٹھیں ان کے سامنے ایک دبلا پتلا مگر مضبوط جسم کا بوڑھا کھڑا تھا۔

''ماموں جان......!'' شمشاد چیخا۔

''بڑے سرکار......!'' نوکر چلائے۔

اور حمید اپنی کھوپڑی اس طرح سہلانے لگا جیسے گرمی چڑھ گئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہال میں بیٹھے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ ان میں ناصر بھی تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اس نے اپنا سر میز پر اوندھا رکھا تھا۔

''میں چھپ کر تم لوگوں کی گفتگو سنا کرتا تھا۔'' سرمخدوم نے فریدی سے کہا۔ ''تم دونوں ہمیشہ دانش ہی کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔''

''کل رات سے میں نے اپنا پچھلا نظریہ ترک کر دیا تھا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''کل رات گئے میں نے ناصر کو کوئی چیز عقبی پارک میں دفن کرتے دیکھا اور جب یہ حضرت وہاں سے چلے گئے تو میں نے اسے دوبارہ کھول کر نکال لیا۔ وہ ایک ادھ جلا جوتا تھا یہیں سے میرے خیالات نے پلٹا کھایا۔ پھر کل ہی رات کو میں نے بوڑھے نوکر کو جنگل میں گھستے دیکھا تھا۔ وہ اپنے بغل میں ایک پوٹلی دبائے ہوئے تھا۔ کیا اس میں تمہارے لئے کھانا نہیں تھا۔''

''ٹھیک ہے......وہ بیچارہ اس راز سے واقف تھا......اور اسی کی بدولت میں اب بھی زندہ ہوں ورنہ......'' سرمخدوم نے ناصر پر قہر آلود نظر ڈالی اور خاموش ہوگیا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''یہ میرا ظرف تھا کہ میں نے اس مردود کو خود ہی پولیس کے حوالے نہیں کیا۔ یہ پہلے بھی کئی بار میری جان لینے کی کوشش کر چکا تھا......جب......میں نے دیکھا کہ یہ کسی طرح باز نہ آئے گا تو میں نے وصیت مرتب کی۔ میں نے سوچا کہ اگر کبھی غفلت

میں مارا ہی جاؤں تو کم از کم میری موت کو اتفاقیہ نہ سمجھا جائے۔ اس کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا۔ اس لئے کہ تم اس صدی کا بہترین دماغ ہو۔ جونکوں والا معاملہ دراصل انہیں کم بختوں کے لئے ایک قسم کا استعارہ تھا۔ یہ جو جونکوں کی طرح مجھے چوستے رہتے ہیں...... اور آخر انہوں نے میرا خاتمہ ہی کر دینے کی اسکیم بنائی۔''

''آپ سب کو نہ کہئے۔'' شمشاد دبی ہوئی آواز میں بولا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تمہیں کتنا رنج تھا میری موت پر۔'' سر مخدوم نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔ پھر فریدی سے بولا۔ ''میں آؤٹ ہاؤز میں محض اس لئے سوتا تھا کہ اپنی حفاظت کر سکوں اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اسی رات کو میرے دل میں آگ کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے سوچا کہیں یہ کم بخت آگ نہ لگا دے اور میں سوتا ہی رہ جاؤں۔ اس قدر الجھن ہوئی کہ میں گیراج میں جا کر سو گیا۔ پھر شائد ڈھائی یا تین بجے شور وغل کی وجہ سے آنکھ کھل گئی۔ باہر نکلا تو سچ مچ آؤٹ ہاؤز جل رہا تھا۔ پھر میں غائب ہو گیا۔ میں نے سوچا وصیت محفوظ ہے تم خود ہی پتہ لگاؤ گے۔ ہاں اس وقت تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہاں سے ایک جلی بھنی لاش بھی برآمد ہو گی۔''

''بیچارہ دانش......!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''دانش کا معاملہ پہلے ہی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ دربان کے خیال کے مطابق دانش حادثے والی رات کو آیا تھا...... اگر وہ جرم ہی کرنے کی نیت سے آتا تو نہ تو وہ اتنے زیادہ نشے میں ہوتا کہ خود سے چل نہ سکتا اور نہ دربان کو چھرا دکھاتا۔ ظاہر ہے کہ اسے چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ اسی لئے دربان اسے سہارا دے کر کوٹھی میں پہنچانا چاہتا تھا...... لیکن اس پر دانش نے بگڑ کر چھرا نکال لیا۔ پھر صوفیہ نے اسے آؤٹ ہاؤز کی طرف جاتے دیکھا۔''

''صوفیہ کہاں ہے۔'' سر مخدوم نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ محفوظ ہے...... آپ مطمئن رہئے۔'' فریدی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ دانش آپ کے جانے کے بعد آؤٹ ہاؤز کی طرف گیا۔ دروازہ کھلا ہی ہوا

تھا۔ وہ بے دھڑک اندر چلا گیا اور وہیں پڑ کر سو رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی موت ہی اسے اس طرف لے گئی تھی ورنہ وہ کوٹھی میں جا سکتا تھا۔ یہ ساری باتیں پچھلی رات کو میری سمجھ میں آئیں......اور مجھے آپ کی موت میں تو شروع ہی سے شبہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی وصیت کرنے والا جان بوجھ کر تو موت کے منہ میں نہیں کود سکتا اور آؤٹ ہاؤز کے ملبے سے جو لاش برآمد ہوئی تھی وہ ناقابل شناخت حد تک جل چکی تھی۔ محض اس بنیاد پر اسے آپ کی لاش قرار دیا جا سکتا تھا کہ آپ آؤٹ ہاؤز میں سوئے ہوئے تھے...... ہاں تو جب میں نے پچھلی رات کو وہ دفن کیا ہوا جوتا نکالا تو حقیقت مجھ پر روشن ہو گئی۔ آخر ناصر نے وہ جوتا چھپانے کی کوشش کیوں کی......اور ایک ہی کیوں۔ دوسرا جوتا کہاں تھا؟ ظاہر ہے کہ اسے لاش ہی کے پیر سے اتارا گیا ہوگا......اگر وہ سر مخدوم کا جوتا تھا تو اسے چھپانے کی کیا ضرورت تھی......کیا سر مخدوم جوتے پہن کر سوئے تھے...... یہ چیز ناممکن تھی۔ سر مخدوم نشے میں تو تھے نہیں کہ جوتوں سمیت سو جاتے۔ جب لاش نکالی گئی تو اس کے پیر میں یا تو ایک ہی جوتا تھا یا ان میں ایک بالکل جل گیا تھا۔ ادھ جلے جوتے کو ناصر پہچان گیا اور اس نے اسے چپ چاپ اتار لیا اور پھر دوسرے دن اس نے دانش کے متعلق تحقیقات شروع کیں۔ اسے دربان اور صوفیہ سے دانش کی آمد کا علم ہوا۔ یہیں سے ناصر نے دوسرا کھیل شروع کر دیا۔ لاش تو آپ کی ثابت ہو چکی تھی اب ناصر نے ڈھکے چھپے انداز میں یہ بات ظاہر کرنی شروع کی کہ دانش ہی نے آگ لگائی ہوگی۔ کیونکہ آگ لگنے کے دوسرے ہی دن جعفری کے ذریعہ اسے وصیت کا علم ہو چکا تھا۔ جب تین چار دن تک آپ واپس نہ ہوئے تو اس نے اس معاملے میں بالکل ہی خاموشی اختیار کر لی...... ہمارے پہنچنے پر اس نے کچھ اس قسم کی حرکتیں شروع کیں جیسے وہ دانش کو اس الزام سے بچانا چاہتا ہو۔ اس نے صوفیہ کو قید کر دیا اور پھر اُسے نکل بھی جانے دیا تاکہ ہم اس سے دانش کے متعلق معلومات حاصل کر لیں اور یہ سمجھیں کہ ناصر ایک باپ کی حیثیت سے اپنے بیٹے کو قانون کی زد سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کے لئے بہت بڑی بڑی چالیں چلیں......لیکن ایک حماقت کی بناء پر پکڑا گیا۔ اگر وہ اُس جوتے کو پہلے

ہی تلف کر دیتا یا میری نادانستگی میں اسے دفن کرتا تو شاید یہ اس وقت بھی چین کی نیند سو رہا ہوتا...... ہاں تو اسے بہرحال آپ کی فکر لگی ہوئی تھی۔ جس رات اُسے یہ معلوم ہوا کہ کوئی آدمی ملبے کے ڈھیر کے قریب ہماری گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا تھا تو اسے یقین ہو گیا کہ آپ جنگل ہی میں کہیں پوشیدہ ہیں۔ اس نے کل رات سے جنگل کی خاک چھاننی شروع کر دی تاکہ آپ کو ٹھکانے لگا کر کہیں دفن کر دے اور پولیس دانش کی تلاش میں سر مارا کرے۔ کل رات شاید اس نے بھی بوڑھے ملازم کو جنگل میں جاتے دیکھ لیا تھا...... اور آج یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ میں بھی نوکر کی نگرانی کر رہا ہوں۔ لہٰذا آج وہ نوکر کے جانے سے قبل ہی جنگل میں جا کر چھپ رہا۔ لیکن اس سے بے خبر تھا کہ میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ بیچارہ نوکر محض میری غفلت کی وجہ سے مارا گیا۔ میں یہ سمجھا تھا کہ وہ نوکر کے ذریعے آپ تک پہنچنا چاہتا ہے لیکن اس نے نوکر کو دیکھتے ہی اس پر فائر کر دیا۔ نوکر چیخ کر گرا۔ میں نے ناصر پر فائر کیا۔ مگر وہ بچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ایک فائر کیا۔ غالباً اس نے یہ فائر آپ پر کیا تھا۔"

سر مخدوم اثبات میں سر ہلا کر ناصر کی لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا...... جو ایک گوشے میں بیٹھی ہوئی بُری طرح رو رہی تھیں۔

"لیکن سر مخدوم...... آپ اپنے لئے کیا کیجئے گا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں......!"

"آپ نے پولیس کو اب تک دھوکے میں رکھا ہے...... اور یہ قانوناً جرم ہے۔ آپ کو حادثے کے بعد ہی ظاہر ہو کر غلط فہمی رفع کرنی چاہئے تھی۔ آپ پر فریب دہی کا مقدمہ تو ضرور ہی چلے گا۔"

"دیکھا جائے گا...... مجھے اس حال میں بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے اسے قانون کے حوالے کرتا اور اس وقت بھی میرا دل دکھ رہا ہے۔"

"حرام خوری آدمی کو سنگ دل بنا دیتی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اگر ناصر اپنی روزی خود

کماتا ہوتا تو اس سے یہ حرکت کبھی سرزد نہ ہوتی۔قصور سراسر آپ کا ہے۔آپ کو اسے اپاہج نہ بنانا چاہیئے تھا۔اگر یہ ایک ایماندار آدمی کی طرح اپنی روزی خود کماتا ہوتا تو اس کے بچے شرابی اور جواری نہ ہوسکتے تھے۔بے مشقت ہاتھ آئے ہوئے پیسے آدمی کو شیطنت کی طرف لے جاتے ہیں۔ناصر محض اس لئے آپ کی جان لینا چاہتا تھا کہ وہ جائیداد کا مالک بننے کے بعد دانش کا قرض ادا کرسکے۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔'' سرمخدوم نے طویل سانس لے کر کہا۔وہ کچھ دیر خاموش رہا۔

پھر بولا۔''صوفیہ کا کیا قصہ ہے......وہ کہاں ہے۔پورے خاندان میں صرف وہی ایک ایسی ہے جسے میری دولت سے نہیں بلکہ مجھ سے محبت ہے۔''

فریدی نے اسے صوفیہ کے متعلق بتاتے ہوئے اطمینان دلایا کہ وہ محفوظ ہے۔

دوسری شام حمید اور صوفیہ آرلکچو میں چائے پی رہے تھے۔

''تم بڑے اچھے دوست ثابت ہوسکتے ہو۔'' صوفیہ نے حمید سے کہا۔

''تم بہت ذہین اور اسمارٹ لڑکی ہو......میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔''

صوفیہ قہقہہ لگا کر بولی۔''میں بتاؤں تم کیا سوچ رہے تھے۔''

''بتاؤ......!'' حمید بڑے رومانٹک انداز میں بولا۔

''تم سوچ رہے تھے کہ اگر میں تم پر عاشق ہوگئی ہوتی تو تم شادی کی تجویز پیش کرتے۔''

حمید احمقوں کی طرح اُسے گھورنے لگا۔صوفیہ پھر ہنس پڑی۔

''ذہین سے ذہین مرد بھی جنسیت کے معاملے میں معمولی آدمیوں سے مختلف نہیں ہوتا۔'' صوفیہ نے کہا۔

اور حمید نے اُسی وقت اُس سے عشق کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔

ختم شد